تبلیغی جماعت علمائے عرب وعجم

کے آئینہ میں

مرتب

احقر العباد محمد خالد حنفی
فاضل مدرسہ جامعہ مطلع العلوم کوئٹہ

پسند فرمودہ

استاذ الحدیث حضرت اقدس مولانا عبیداللہ خورشید
دامت برکاتھم مدرسہ عربیہ رائے ونڈ

المکتبة الحنفیة

کتاب کا نام	:	تبلیغی جماعت علمائے عرب وعجم کے آئینہ میں
مؤلف	:	احقر العباد محمد خالد حنفی
سن اشاعت	:	
تعداد	:	
کمپوزنگ	:	ابوحنیفہ
پبلشرز	:	مکتبہ حنفیہ
رابطہ نمبر	:	۰۳۳۷۹۷۳۵۵۷٤

ملنے کا پتہ

مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ بلوچستان

آفتاب اسٹیشنری مین بازار مچھ بولان بوچستان

کتب خانہ رحمانیہ مسجد روڈ مستونگ

فیضی کتب خانہ اینڈ عصر محل مسجد روڈ مستونگ

فہرست مضامین

نمبر شمار | صفحات

تبلیغی جماعت کا بیان

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

عرض مرتب

الحمد للّٰہ وحدہ والصلاۃ والسلام وعلٰی من لانبی بعدہ . امابعد !

الحمدللہ ثم الحمدللہ آج پوری دنیا کے اندر تبلیغی جماعت کی محنت جاری وساری ہے جس کی محنت کی برکت سے پوری دنیا کے اندر ایک دینی فضا پھیل چکا ہے لاکھوں کی تعداد میں لوگ اسلام کے اندر داخل ہو چکے ہیں اور مختلف مما لک میں جو لوگ غربت یا کسی اور وجہ سے دین اسلام سے مرتد ہو چکے تھے الحمدللہ تبلیغی جماعت کی محنت کی برکت سے وہ لوگ توبہ تائب ہو کر پھر سے اسلام کے اندر داخل ہو گئے ہیں۔ اور مسلمانوں میں سے لاکھوں کی تعداد میں جو لوگ چوری، ڈکیتی، زنا، قتل، جوا، شراب نوشی اور دیگر گناہوں میں مبتلا تھے، اس جماعت کی محنت کی برکت سے ان لوگوں نے بھی اپنے ان گناہوں سے توبہ کر لی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اوقات بھی لگائے، اس کام کی برکت سے فرائض زندہ ہو رہے ہیں، سنتیں زندہ ہو رہی ہیں، مسلمانوں کی زندگی سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق درست ہو رہی ہے، جو لوگ پہلے نماز نہیں پڑھتے تھے، اب وہ لوگ تہجد گزار بن گئے، اشراق، چاشت، اوّابین کے نفلوں کے بھی پابند ہو گئے، جو لوگ کبھی زکوۃ نہیں دیتے تھے وہ باقاعدہ زکوۃ دے رہے ہیں، جن کے ذمہ حج فرض تھا اور ان کو حج کرنے کا خیال بھی نہ ہوتا تھا، وہ حج کر رہے ہیں، غلط رسوم میں جو لوگ مبتلا تھے وہ ان کو چھوڑ رہے ہیں، بدعات سے توبہ کر رہے ہیں پکے پکے پرانے بدعتیوں کے عزیز بھی تبلیغی جماعت میں آرہے ہیں۔

الغرض پہلے جو لوگ احکامات خداوندی کو بجالانے میں کوتاہی کیا کرتے تھے، اور اب وہ لوگ احکامات خداوندی کو خود بھی پورا کر رہے ہیں بلکہ سارے عالم کے انسانوں کی بھی فکر کر رہے ہیں کہ کس طرح لوگ اپنے گناہوں سے توبہ کر کے ہمیشہ کی ناکامی سے بچ جائیں۔

لیکن اس کے باوجود تبلیغی جماعت کے بارے میں بعض اہل علم حضرات کی طرف سے یہ اعتراض کیا گیا کہ موجودہ تبلیغی جماعت کے ساتھ اکابرین علمائے دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ کا اتفاق نہیں ہے، حالانکہ یہ ایک ایسی بات ہے جو حقیقت کے بالکل خلاف ہے اس لئے کے اکابرین علمائے دیوبند رحمہم اللہ کی کتابوں سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ وہ حضرات (علمائے دیوبند) تبلیغی جماعت کو حق جماعت سمجھتے ہیں، بلکہ اکابرین علمائے دیوبند میں سے بعض حضرات تو موجودہ تبلیغی جماعت کے اس کام کو جہاد اکبر سے تعبیر کرتے ہیں جیسا کہ اس کتاب (تبلیغی جماعت علمائے عرب وعجم کے آئینہ میں) کے مطالعہ سے معلوم ہوگا۔ ''انشاء اللہ تعالیٰ''

لہٰذا اس کتاب میں اس بات کا اہتمام کیا گیا ہے کہ اکابرین علمائے دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ اور علمائے عرب کی تبلیغی جماعت کے بارے میں جو تأثرات وآراء ہیں ان کو جمع کیا گیا ہے اور اس کے علاوہ اکابرین علمائے کرام نے تبلیغی جماعت کے بارے میں جو فتاوی شائع کیے ہیں مختصراً ان کو بھی اس کتاب میں جمع کیا گیا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے اس مختصر سی کوشش کو اپنے بارگاہ میں قبول ومقبول فرمائے۔ آمین

بندہ محمد خالد حنفی غفرلہ/ ۱۸/۶/۲۰۱۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تبلیغی جماعت کا بیان

پاکستان کی تبلیغی جماعت کے بارے میں فضیلۃ الشیخ صالح ابن علی الشویمان کی رپورٹ

جوانہوں نے ۱۴۰۷ھ میں پیش کی، یہ رپورٹ ایک کتاب ''**جلاء الاذهان عما اشتبه فی جماعة التبليغ لبعض اهل الايمان**'' سے لی گئی ہے جو مختلف خطوط کا مجموعہ ہے، جسے محترم مولانا مصطفیٰ حسن صاحب نے جمع کیا ہے اور مکتبہ محمدیہ ۸۶۔ وی: ۱، کشمیر روڈ غلام محمد آباد، فیصل آباد نے چھاپا ہے:

سماحة الوالد الكريم الشيخ عبدالعزيز بن عبدالله بن باز الرئيس العام لادارة البحوث العلمية والأفتاء والدعوة والارشاد حفظه الله من كل سوء ووفقه سدد خطاه آمين.

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته. امّا بعد!

میری رخصت ۱/۳/۱۴۰۷ھ کو شروع ہوئی اور میں ۳/۳/۱۴۰۷ھ کو علماء اور طلبہ کی ایک جماعت کے ساتھ پاکستان کے سفر پر روانہ ہوا، ان علماء اور طلبہ کا تعلق مملکت کی مختلف جامعات سے تھا، یعنی الجامعہ الاسلامیۃ، جامعہ الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ اور جامعۃ الملک سعود وغیرہ۔

اس سفر میں ہم نے عجائبات کا مشاہدہ کیا، جب ہم لاہور کے ہوائی اڈے پر پہنچے تو ہمارا استقبال ایک ایسی صالح نوجوانوں کی جماعت نے کیا، جن کے چہروں اور داڑھیوں سے علم اور ایمان کا نور چمک رہا تھا۔

ہم ہوائی اڈے کی مسجد میں پہنچے، تحیۃ المسجد ادا کرنے کے بعد ہم سب مل جل کر بیٹھ گئے، ہمارا تعلق مختلف ممالک سے تھا، اب ان میں سے ایک نوجوان اٹھا اور اس نے ایسا بیان شروع کیا جو دلوں کو کھینچ رہا تھا، پھر گاڑیاں آ گئیں اور ہمیں رائیونڈ لے گئیں، جہاں سالانہ اجتماع منعقد ہوتا ہے وہ خوبصورت اجتماع جسے دیکھ کر دل میں خشوع پیدا ہوتا ہے اور آنکھیں ڈر، خوشی اور اللہ کے خوف سے بارش کی طرح آنسو بہاتی ہیں، یہ اجتماع اہل جنت کے اجتماع سے مشابہ ہے، جہاں نہ کوئی شور وغل تھا اور نہ کوئی تکلیف، نہ کوئی فضول بات، نہ لاقانونیت اور نہ جھوٹ۔ صاف ستھرا ماحول، نہ کوئی بدبو اور نہ کوئی گندگی۔ ہر چیز ذہانت وسلیقہ سے ترتیب دی ہوئی تھی۔ نہ ٹریفک پولیس اور نہ کوئی چوکیدار۔ جب کہ اجتماع میں آنے والوں کی تعداد دس لاکھ سے زیادہ ہے۔

ایک فطری اور پاکیزہ زندگی ہے، جہاں ذکر اللہ کی فضا پھیلی ہوئی ہے، دن رات ہر طرف علمی، محاضرات، دروس اور ذکر اللہ کے حلقے لگے ہوئے ہیں، جس میں دعوت، تعلیم، ذکر وعبادت کے سب پہلو تھے، بخدا! یہ ایک ایسا اجتماع ہے جس سے دل زندہ اور ایمان چمکتا ہے اور اس میں اضافہ ہوتا ہے۔

کتنا بارعب اور کتنا خوب صورت اجتماع ہے جو آپ کے سامنے صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کی بولتی ہوئی تصویر پیش کرتا ہے۔ ہر طرف محنت، علم، ذکر، میٹھی گفتگو، خوبصورت اعمال، عمدہ اسلامی حرکات اور ایمان اور علم سے چمکتے ہوئے چہرے آپ کو ملیں گے۔ آپ اس اجتماع میں صرف توحید، ذکر، تسبیح وتحمید، تحلیل وتکبیر، قرآن کریم کی تلاوت، **السلام علیکم، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ** اور **جزاکم اللہ خیراً**، جیسی باتیں سنیں گے۔

آپ کی نگاہ ایسی چیزوں پر پڑے گی جن سے آپ کو خوشی ہوگی اور آپ کا دل باغ باغ ہو جائے گا اور وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو تر و تازہ وزندہ کرنا ہے، جنہیں آپ ہر آن اور ہر

وقت دیکھ کر لطف اندوز ہوں گے، یہ کتنا خوبصورت اور کتنا ہی عمدہ عظیم الشان اجتماع ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ یہاں آپ کو واضح طور پر قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا عملی نمونہ نظر آئے گا، کیا ہی خوب پاکیزہ اور سعادت مند زندگی ہے۔

میرے دل میں بار بار یہ آرزو پیدا ہوئی کہ کاش! اس قسم کی دعوت کا اجتماع مملکت سعودی عرب میں بھی منعقد ہو، اس لئے کہ ہر اچھے کام اسی مملکت کے ساتھ زیب دیتے ہیں اور اس لئے بھی کہ مرحوم ملک عبدالعزیزؒ کے ابتدائی تابندہ دور سے لے کر مملکت ہمیشہ ہر عمل خیر میں آگے آگے رہی ہے۔

اس عظیم اجتماع میں اکٹھے ہونے والے افراد جن کا تعلق دنیا کے مختلف ملکوں سے تھا، سب کی ایک شکل، ایک طبیعت، ایک بات اور ایک ہدف ہے، گویا وہ سب ایک باپ کی اولاد ہیں یا یہ سمجھیں کہ گویا اللہ تعالیٰ نے ایک دل پیدا فرمایا اور ان سب میں تقسیم کر دیا ہے۔

ان سب کا مقصد اور غرض اس کے سوا کچھ نہیں کہ دین کو مضبوطی سے پکڑا جائے اور مسلمانوں کی اصلاح کی جائے اور غیر مسلموں کو اللہ تعالیٰ کے راستہ کی طرف راہنمائی کی جائے۔ تعجب ہے کہ ایسے صالحین کے خلاف جھوٹی خبریں پھیلانے والے کیوں غلط بیانی سے کام لیتے ہیں؟؟؟

ان حضرات کے بارے میں شیخ عبدالمجید زندانی نے کیا خوب فرمایا ہے: ''یہ تو آسمان کی مخلوق ہے جو زمین پر چل پھر رہی ہے''۔

اس کے بعد کون ایسا دل ہوگا جو ان کو بُرا بھلا کہے اور ایسی باتوں کی تہمت لگانے کی جرأت کرے گا جو ان میں نہیں ہیں!

میرا خیال یہ ہے کہ اس جماعت کا ہدف اور مقصد بھی وہی ہے جو ہماری مملکت کا ہے اور وہ ہے: دنیا کے انسانوں کی اصلاح اور زمین کے چپہ چپہ پر امن وامان کی ترویج، اب آپ ہی بتائیں! کہ کون سی بات ان کی قابل گرفت ہے؟؟

اب دوبارہ اجتماع کی طرف آیئے! عشاء کے بعد جب بیان ختم ہوتا ہے تو دائیں، بائیں نگاہ دوڑائیں تو آپ کو مختلف علمی حلقے نظر آئیں گے، ان میں جس حلقے میں بھی آپ بیٹھیں گے، لطف اندوز ہوں گے اور وہاں سے کچھ نہ کچھ فائدہ اٹھا کر ہی اٹھیں گے، پھر جب سونے کا وقت ہو جاتا ہے اور چاروں طرف خاموشی اور سکون طاری ہو جاتا ہے تو آپ ان کو دیکھیں گے گویا جگہ جگہ ستون کھڑے ہیں اور نماز میں مشغول ہیں اور جب رات کا آخری وقت ہوتا ہے تو ان کو دیکھیں گے شہد کی مکھیاں ہیں جو بھنبھنا رہی ہیں، ہر طرف آہ و بکا اور رورو کے ہاتھ اٹھائے دعا کر رہے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ ان کے اور تمام مسلمانوں کے گناہ معاف فرمائے، اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے تمام مسلمان بھائیوں کو جہنم کی آگ سے بچائے اور سب لوگوں کو ہدایت بخشے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی سنتوں کو زندہ کریں۔

مختصر یہ کہ یہ ایک ایسا اجتماع ہے، جس میں ہر عالم اور ہر طالب علم کو آنا چاہئے، بلکہ ہر اس مسلمان کو آنا چاہئے جو دل میں اللہ کا خوف اور آخرت میں جنت کی امید رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس اجتماع کے ذمہ دار حضرات کو جزائے خیر دے، ان کو ثابت قدم رکھے، ان کی مدد فرمائے اور ان کے ذریعہ مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے۔ **انه سميع مجيب .**

اب ان کے بارے میں سنیں جو اس اجتماع میں آنے والوں کی خدمت پر مقرر ہیں، وہ سب کے سب دین سے سرشار ہیں آٹا پیسنے والے کی زبان پر اللہ کا نام اور تسبیح و تکبیر جاری ہے، آٹا گوندھنے والے کی زبان پر بھی اللہ کا نام، **الله اكبر، سبحان الله، والحمدلله** جاری ہے اور روٹی پکانے والے کی زبان پر بھی اللہ کا نام، اللہ کا ذکر، تسبیح، تحمید اور تکبیر جاری ہے اور یہ ہم نے اس وقت اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا، جب کہ ان کو ہمارے آنے کی پیشگی کوئی اطلاع نہیں تھی اور نہ ہی ان کو پتہ چلا کہ ہم دیکھ اور سن رہے ہیں۔ پاک ہے وہ ذات جس نے ان پر بصیرت کے دروازے کھول دیئے ہیں اور اپنے ذکر کی توفیق دی ہے، اور ان کو وہ سیدھا راستہ دکھایا ہے جس کی ہر مسلمان تمنا کرتا ہے۔

سماحة الشیخ ! حقیقت یہ ہے کہ جو شخص بھی اس جماعت میں شامل ہوگا اوران کی صحبت میں شامل ہوگا اوران کی صحبت میں رہے گا وہ ضرور عملی طور پر داعی الی اللہ بن کررہے گا۔

کاش ! میں جب جامعہ میں طالب علم تھا، اس وقت سے اس جماعت سے متعارف ہوتا تو آج میں دعوت اور تمام علوم میں علامہ ہوتا۔

بخدا! میرا ان کے بارے میں یہ اعتقاد ہے اور قیامت کے روز کہ: ''جس دن مال، اولاد اور کوئی چیز کسی کے کام نہ آئے گی'' اگر جبار مجھ سے پوچھیں گے تو میں یہی جواب دوں گا۔

فضیلۃ الشیخ ! کاش! وہ تمام دعاۃ حضرات جو آپ کے مبارک شعبہ کے ماتحت کام کرتے ہیں، وہ اس اجتماع میں شریک ہوں، اور جماعت کے ساتھ اللہ کی راہ میں نکلیں اور اخلاص اور دعوت کا انداز سیکھیں اور صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے اخلاق سیکھیں! اور آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں حق کو حق دکھائے اور اس کی اتباع کی توفیق دے اور رُشد و ہدایت کی رہنمائی فرمائے اور اخلاص اور صحیح اعمال کی توفیق دے اور ہمیں ہمارے نفس، خواہشات اور شیطان کے شر سے بچائے اور اپنے دین کی نصرت فرمائے اور کلمہ حق کو بلند کرے اور ہماری حکومت کو اسلام سے عزت دے اور اسلام کو اس کے ذریعہ عزت دے اور وہی ہی اس کے ولی اور اس پر قادر ہیں۔

صلی اللہ علی نبینا محمد و آلہ و صحابہ

صالح بن علی الشویمان

عنیزہ کے علاقہ میں دعوت وارشاد کا نمائندہ

اس رپورٹ کے جواب میں سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے ان کو جو خط لکھا ہے اور جس کا نمبر ہے: ۱۰۰۷خ ۱۷۔۸۔۱۴۰۷ھ درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

عبدالعزیز بن باز کی طرف سے (روحانی بیٹے) مکرم ومحترم فضیلۃ الشیخ صالح بن علی الشویمان کی جانب! آپ جہاں بھی ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو مبارک بنائے، آمین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، امّا بعد!

میں نے آپ کی رپورٹ جو آپ نے پیش کی ہے پڑھی ہے، جس میں آپ نے اپنے اور اپنے ساتھ جانے والے علماء اور طلبہ، جن کا تعلق الجامعۃ الاسلامیہ مدینہ منوّرہ، جامعہ الامام محمد بن سعود اور جامعہ ملک سعود وغیرہ سے ہے، اس اجتماع میں شریک ہونے کی تفصیلات لکھی ہیں.... جسے تبلیغی جماعت نے رائیونڈ میں ربیع الاول ۱۴۰۷ھ میں منعقد کیا ہے.... اس رپورٹ کو میں نے پڑھا ہے اور اسے کافی و شافی پایا ہے، اس رپورٹ میں اس اجتماع کی ایسی باریک تصویر پیش کی گئی ہے، جسے پڑھنے والے کو ایک شوق پیدا ہوتا ہے اور رپورٹ پڑھنے والا ایسا محسوس کرتا ہے کہ جیسے وہ خود اس کا مشاہدہ کر رہا ہے۔

مجھے اس سے بھی بہت خوشی ہوئی کہ آپ حضرات نے اس اجتماع سے بہت سے فوائد حاصل کئے اور ذمہ دار حضرات سے تبادلہ خیالات کیا، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے، اور اس قسم کے اجتماعات زیادہ سے زیادہ ہوں اور ان سے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نفع دے۔

بیشک اس وقت مسلمانوں کو اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ اس قسم کی پاکیزہ ملاقاتیں ہوں، جن میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا تذکرہ ہو اور جن میں اسلام کو مضبوط پکڑنے، اسکی تعلیمات پر عمل کرنے اور توحید کو بدعات اور خرافات سے پاک رکھنے کی دعوت ہو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کو، چاہے حاکم ہوں یا رعیت، اس فرض کی کامل ادائیگی کی توفیق دے

انه جواد كريم .....والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته

الرئيس العام :

لادارة البحوث العلمية وا لافتاء والدعوة والارشاد

(تبلیغی جماعت اور اُس کی دعوت کے اُصول وآداب، ص:۲۱ تا ۲۷، ط، دارالقلم کراچی)

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے چند ارشادات

میرے محترم بزرگ! یہ جماعت تبلیغیہ نہ صرف ایک ضروری اور اہم فریضہ کی حسب استطاعت انجام دہی کرتی ہے، بلکہ اسکی بھی سخت محتاج ہے کہ ان کی ہمت افزائی کی جائے۔

بھائیو! آپکی یہ مجلس تبلیغ کی ہے، یہ تبلیغ اصل میں وظیفہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، وہ کام جو تم کرتے ہو معمولی نہیں، میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ خدا نے تم کو کیسی خدمت سپرد کی ہے۔

(تبلیغی جماعت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کے فتاوی کے روشنی میں، ص:۶۲، ط، ادارۃ الرشید کراچی)

مکتوب مدنی رحمۃ اللہ علیہ بنام حضرت الحاج حکیم محمد اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ

محترم المقام زید مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ مزاج مبارک یہ بات معلوم کر کے تعجب ہوا کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی تبلیغی جماعتیں شہر میرٹھ اور اس کے گرد نواح میں تبلیغی سر گرمیوں کے لیے آتی ہیں مگر آپ حضرات اور آپ کے احباب واعزہ ان کی ہمدردی، رہنمائی، ہمت افزائی میں کوئی حصہ نہیں لیتے برخلاف اس کے وہ اشخاص جن کو بزرگوں سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور نہ ان کو قومی اور وطنی تحریکات سے کوئی دلچسپی ہے وہ ان جماعتوں سے ہمدردی کرتے ہیں میں نہیں سمجھ سکا کہ اس کا کیا راز ہے۔

میرے محترم بزرگ! یہ جماعت تبلیغیہ نہ صرف ایک ضروری اور اہم فریضہ کی حسب استطاعت انجام دہی کرتی ہے، بلکہ اسکی بھی سخت محتاج ہے کہ ان کی ہمت افزائی کی جائے۔ اور ان کو خود بھی مسلمانوں سے رابطہ قوی پیدا ہو اور مسلمانوں میں اتحاد و یگانگت کا قوی جذبہ پیدا ہو اور ان کو مذہبی احساسات کی سرگرمی کی طرف چلایا جائے جس سے مستقبل میں نہایت اعلیٰ درجہ کے نتائج اور ثمرات کی

قوی امیدیں پیدا ہوتی ہیں، بنا بریں میں امیدوار ہوں کہ آئندہ اس میں پوری جدوجہد کو کام میں لایا جائے اور ان کی ہمت افزائی کی صورتیں عمل میں لائی جاویں۔

والسلام: ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ، ۱۶صفر ۱۳۶۱ھ

(جماعتِ تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات، ص: ۶۴-۶۵، ط، مکتبہ الھادی، لاہور)

اکابرین علمائے دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ کی توثیق وتصدیق

حضرت اقدس مولانا عبدالرشید ارشد صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں کہ:

دینی مراکز میں جو لوگ جاتے ان کو یہ بھی ہدایت کی جاتی کہ بزرگوں کی مجلسوں میں تبلیغ وغیرہ کا کوئی ذکر نہ کریں بلکہ بزرگوں کی مجلسوں میں بیٹھ کر فیض یاب ہوں اور کچھ وقت مقرر کر کے آس پاس کے علاقوں میں تبلیغی گشت بھی کریں، چنانچہ اس طریقہ سے کام ہوتا رہا اور اہل بصیرت اور مشائخ وقت کا اس کام کی طرف سے اطمینان ہو گیا کہ یہ کام وقت کا اہم تقاضا ہے اور اس کا طریق کار ہر لحاظ سے مناسب اور صحیح ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ، حضرت مولانا عبدالقادر صاحبؒ، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور دوسرے بزرگوں نے نہ صرف یہ کہ اس کی توثیق وتصدیق کی بلکہ اس کی تائید وحمایت کی اور اپنے مریدین واحباب کو ہر طرح سے اس جماعت کے تعاون کی تلقین فرمائی۔(بیس بڑے مسلمان، ص: ۵۹۱، ط، مکتبہ رشیدیہ، لاہور)

تبلیغی جماعت کے بارے میں حضرت اقدس شاہ اشرف علی تھانویؒ کی رائے

حضرت مولانا حافظ محمد اسلم زاہد صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں کہ: حضرت دہلوی نوراللہ

مرقدہ کی سوانح میں علی میاںؒ نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا الیاس صاحب نے جب حضرت حکیم الامۃ سے اس سلسلہ میں کچھ گفتگو کرنی چاہی تو مولانا نے فرمایا کہ دلائل کی ضرورت نہیں دلائل تو کسی چیز کے ثبوت اور صداقت کیلئے پیش کیے جاتے ہیں میرا تو اطمینان عمل سے ہو چکا ہے۔اب کسی دلیل کی ضرورت نہیں آپ نے تو ماشاءاللہ یاس کو آس سے بدل دیا مولانا کو ایک بے اطمینانی یہ تھی کہ علم کے بغیر یہ لوگ فریضہ تبلیغ کیسے انجام دے سکیں گے۔لیکن جب مولانا ظفر احمد صاحب نے بتلایا کہ یہ مبلغین ان چیزوں کے سوا جن کا ان کو حکم ہے کسی اور چیز کا ذکر نہیں کرتے۔اور کچھ اور نہیں چھیڑتے تو مولانا کو مزید اطمینان ہوا۔(جماعتِ تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات،ص:۵۷)

میوات کے ایک اجتماع کے بارے میں مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ کے تاثرات

۱۳۶۰ھ میں قصبہ نوح میں ایک بڑا تبلیغی اجتماع ہوا۔میوات کی سرزمین میں اس سے پہلے اتنا بڑا اجتماع نہیں ہوا تھا۔شرکاء جلسہ کا اندازہ پچیس ہزار کا کیا جاتا ہے۔حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب جو اس اجتماع میں شریک تھے۔فرماتے تھے کہ میں ۳۵ سال سے ہر قسم کے مذہبی اور سیاسی جلسوں میں شریک ہو رہا ہوں،لیکن میں نے اس شان کا ایسا بابرکت اجتماع آج تک نہیں دیکھا۔(سوانح یوسفی)۔
(تبلیغ بالیقین کار نبوت ہے،ص:۵۱۱۔۵۱۲،ط،مکتبۃ الحسن،لاہور)

تبلیغی جماعت کے بارے میں حکیم الاسلام حضرت اقدس مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کی رائے

حکیم الاسلام حضرت اقدس مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:
میں نے شاید کہیں لکھا ہے کہ تبلیغ کو اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دل

پر بطور فن کے القاء کیا۔اس میں تعلیم وتربیت، سیر وسیاحت، روح کی دلچسپی، بدن کی ورزش ہر ایک چیز موجود ہے۔آج کے دور میں یہ کام بڑا ہی مفید ہے اور لازمی ہے۔اسی وجہ سے یہ کام تیزی سے پھیل رہا ہے اور اس تبلیغ سے ایک عظیم انقلاب آرہا ہے۔ ہندوستان کے ہر خطے میں اور ہندوستان سے باہر جہاں بھی میں گیا وہاں میں نے تبلیغی جماعتیں اور تبلیغی مراکز دیکھے۔(خطبات حکیم الاسلام حصہ چہارم،ص:۳۷۰،بحوالہ،تبلیغ بالیقین کارنبوت ہے،ص:۴۹۸،ط،مکتبۃ الحسن لاہور)

تبلیغی جماعت کے بارے میں حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی رائے

حضرت مولانا سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم کی عبقری شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ کی خداداد صلاحیتوں کے دوست دشمن سب ہی معترف ہیں، اکابر علمائے دیوبند کی جانشینی کا صحیح معنی میں حق ادا کر رہے ہیں کوئی باطل فرقہ یا نظریہ ایسا نہیں جس کے خلاف آپ کا قلم صداقت رقم حرکت میں نہ آیا ہو۔تصنیفی میدان میں ان کے غیر معمولی کام کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ جو کام ایک جماعت کے کرنے کا تھا موصوف اکیلے کسطرح سرانجام دے رہے ہیں، جناب محمد نواز صاحب (ٹھل سندھ) نے بھی آپ کے تبحر علمی اور دقت نظر سے متأثر ہو کر ’’تبلیغی جماعت‘‘ کے بارہ میں مولانا کی رائے معلوم کرنا چاہی۔اسکے جواب میں مولانا مدظلہ نے تبلیغی جماعت کے بارے میں جن جذبات کا اظہار فرمایا وہ خود انہیں کے الفاظ میں ہدیہ قارئین بینات ہے(ادارہ)

باسمہ تعالیٰ

بعد الحمد والصلوۃ وارسال التسلیمات مکرمی آپ کا گرامی نامہ ملا۔

آپ نے تبلیغی جماعت کے متعلق پوچھا ہے،اس کے بارے میں عرض ہے کہ میں چند ایک

باتیں آپ سے عرض کردوں گا، آپ نتیجہ خود مرتب فرمالیں۔ وہ جماعت کہ جس کی بنیاد حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ تعالیٰ نے رکھی اس دور میں اوراس علاقہ میں کہ جسکو اگر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت کے زمانہ سے پہلے کے ساتھ تشبیہ دیدوں تو بے جا نہ ہوگا۔

پھر مولانا کی انتھک محنتوں کا ثمرہ آپ کے سامنے ہے کہ وہ لوگ جن کے بارے میں عقل سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ دین کی طرف آئیں گے وہ راہ ہدایت کی طرف مائل ہوئے۔ اور آجکل کے گئے گزرے دور میں ان کی ولایت میں شک کرنا محال ہے، جیسا کہ اس کی نظیریں ہمارے سامنے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔ شرابی، زانی، ڈاکو، چور، بدمعاش، غرضیکہ معاشرے کے بدترین افراد کہ جن کی معاشرہ میں سوسائٹی گرے ہوئے طبقہ میں شمار ہوتی ہے، ان کی ز ندگیوں میں انقلاب آیا اور پھر وہ ایسا انقلاب نہیں کہ اس سے توبہ کرکے وہ کسی ذاتی مشغل میں مشغول ہوگئے بلکہ صحیح انقلاب جس کا نام ہے کہ اتباع سنت کا پورا پورا نمونہ بن گئے۔ اپنی پوری پوری زندگیاں اس کے راستے میں ان لوگوں نے وقف کردیں ہیں جس میں انکا کوئی ذاتی مفاد نہیں بلکہ اس میں سراسر معاشرہ کی بھلائی کا ہی سوچتے ہیں اور ان کے دل میں ایک تڑپ ہے کہ کسی طرح معاشرہ درست ہوجائے اور خلافت راشدہ جیسے آثار نمودار ہونے لگ جائیں۔

اور یہ اخلاص ہی کا ثمرہ ہے کیونکہ اس میں ان کا کوئی ذاتی مفاد نہیں جہاں کہیں بھی جائیں سروں پر خانہ بدوشوں کی طرح بستر اٹھائے ہوئے جارہے ہیں۔ نہ سردی کی پرواہ اور نہ ہی گرمی کی، راستے میں جو بھی تکالیف درپیش ہوں ان کو خندہ پیشانی سے قبول کرتے ہوئے اپنے کام میں مگن ہیں۔ کسی سے پائی پیسہ تک نہیں مانگنا حتیٰ کہ اگر کسی جگہ کے مقامی رات گزارنے کی اجازت نہ دیں تب بھی کوئی پرواہ نہیں۔ بس اپنا مشن جاری ہے وہ یہ کہ معاشرہ درست ہوجائے۔ اور حقیقت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مصداق یہی لوگ ہیں۔

الغرض میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جس قدر مذاہب باطلہ پر کاری ضرب اس جماعت کے اخلاص سے کام کرنے سے لگی ہے وہ نہ جمعیت علماء اسلام کرسکی ہے اور نہ ہی کوئی دیگر مذہبی دینی جماعت، لندن وغیرہ میں متعدد مقامات پر ایسی مساجد پر ان لوگوں نے قبضہ کیا ہے کہ جن پر مرزائیوں کا قبضہ تھا اور اب بھی جس قدر مرزائیت کو اس جماعت سے خطرہ ہے وہ اور کسی دینی یا سیاسی گروہ سے نہیں۔

تفصیلات کے لیے تو بہت وقت درکار ہے چند ایک باتیں نذرانہ خدمت کردی ہیں، اگر مزید شوق ہے تو حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب قدس سرہ کا رسالہ کتابی شکل میں ملتا ہے تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور ان کے جوابات اس کا مطالعہ ضرور فرمائیں۔ باقی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید دین میں سمجھ حاصل کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔

والسلام دعا گو (مولانا) محمد سرفراز خان صفدر

صدر المدرسین نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

(فتاوی بیّنات، کتاب العلم، ج:۲،ص: ۱۲۵۔۱۲۶، ط، مکتبہ بیّنات کراچی)

محدث کبیر حضرت اقدس علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول

مولوی فاروق صاحب نے فرمایا کہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ اے فاروق تو میرے کہنے پر تبلیغ پر نکل جا...... چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر حضرت مولانا فاروق صاحب نے یہ بھی فرمایا، حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس راستہ میں نکلنا قبولیت کی علامت ہے، اگر میرے بس میں ہوتا تو میں سب طالب علموں کو اللہ کے راستے میں نکالتا۔ (تبلیغ بالیقین کار نبوت ہے، ص: ۳۶۷)

تبلیغی جماعت کے بارے میں حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی رائے

یہ ایک حقیقت ہے، جس کو بلا گریہ وتملّق کے کہا جاتا ہے کہ اس وقت عالمِ اسلام کی وسیع ترین ،قوی ترین اور مفید ترین تبلیغی جماعت کی دعوت ہے، جس کا مرکز مرکزِ تبلیغ نظام الدین دہلی ہے، جس کا دائرہ عمل واثر صرف برصغیر نہیں اور صرف ایشیا بھی نہیں ، متعدد براعظم اور ممالک اسلامیہ وغیرہ ہیں ، دعوتوں اور تحریکوں اور انقلابی واصلاحی کوششوں کی تاریخ بتلاتی ہے کہ جب کسی دعوت وتحریک پر کچھ زمانہ گزر جاتا ہے یا اس کا دائرہ عمل وسیع سے وسیع تر ہوجاتا ہے (اور خاص طور پر جب اس کے ذریعہ نفوذ واثر اور قیادت کے منافع نظر آنے لگتے ہیں) تو اس دعوت وتحریک میں بہت سی ایسی خامیاں ، غلط مقاصد اور اصل مقصد سے تغافل شامل ہوجاتا ہے، جو اس دعوت کی افادیت وتاثیر کو کم یا بالکل معدوم کردیتا ہے، لیکن یہ تبلیغی دعوت ابھی تک (جہاں تک راقم کے علم ومشاہدے کا تعلق ہے) بڑے پیمانہ پر ان آزمائشوں سے محفوظ ہے ....الخ۔ (منتخب احادیث، ص: ۵، بحوالہ، تبلیغی جماعت، ص: ۶۳، ط، ادارۃ الرشید کراچی)

خلیفہ حضرت اقدس تھانویؒ حضرت اقدس مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ کی توثیق

حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب نوراللہ مرقدہ کی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ تبلیغی جماعت کے کام سے آپ کو بڑی دل چسپی تھی، تبلیغ کو آپ اس دور میں جہاد اکبر سمجھتے تھے۔ امیر جماعت تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حضرت مولانا کے ساتھ بڑے گہرے تعلقات تھے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے خلوص اور للّٰہیت کے صمیم قلب قائل تھی ،فرماتے تھے کہ یہ جو کچھ حرکت ہورہی ہے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے خلوص اور للّٰہیت کی برکت ہے، مولانا محمد یوسف صاحب حضرت مولانا کے خاص تلامذہ میں سے تھے انہوں نے دورہ کی اکثر کتابیں مولانا مرحوم سے پڑھی تھیں۔ تبلیغی جماعت کے بعض دوسرے سرکردہ حضرات مولانا کے تربیت یافتہ اور تلامذہ تھے۔ مولانا انعام الحسن صاحب مولانا عبیداللہ صاحب حضرت مولانا سے پڑھے ہوئے ہیں۔ مولانا سعید احمد خاں صاحب امیر

جماعت سعودی عرب حضرت کے تلمیذ خاص اور بڑے تعلق والے تھے، مولانا اپنے تلامذہ و متعلقین کو تبلیغی سلسلہ میں شرکت کا حکم اور مشورہ دیتے۔

مولانا منظور احمد صاحب چنیوٹی نے تحریر کیا کہ میں مدرسہ سے رخصت لے کر تین چلوں پر مشرقی پاکستان چلا گیا تھا اور اب جماعت تبلیغی کے ہمراہ مکہ مکرمہ جا رہا ہوں، اس کے جواب میں حضرت مولانا نے تحریر فرمایا جو کام آپ کر رہے ہیں اس میں شک نہیں کہ موجودہ زمانے میں جہاد اکبر ہے۔اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔(جماعتِ تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات، ص:۸۳۔۸۴، ط، مکتبۃ الھادی، لاہور)

حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب تم لوگ آجاتے ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ دنیا میں خیر ہی خیر ہے

جناب الحاج عبدالوہاب (نور اللہ مرقدہ) روح رواں پاکستان اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں: سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ تو ہمارے ساتھ ہر اتوار کو تشریف لے جاتے تھے، اور بندہ کی باتوں کو سنتے تھے، اور بندہ کا نام ''بلبل ہزار داستان'' رکھا ہوا تھا، فرماتے تھے کہ جب تم لوگ آجاتے ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ دنیا میں خیر ہی خیر ہے اور جب تم چلے جاتے ہو تو سمجھتا ہوں کہ دنیا میں شر ہی شر ہے۔فقط۔

سوانح یوسفی میں لکھا ہے کہ ۴۹ء میں مولانا سید سلیمان ندویؒ حج کو تشریف لے گئے، مولانا سید سلیمان ندویؒ سے عرب کے علماء بہت پہلے سے واقف تھے ان کے حجاز پہنچنے سے تبلیغی جماعت کے افراد نے بڑا فائدہ اٹھایا اور کئی ایسے اجتماع کئے جن میں عرب کے علماء بکثرت شریک ہوئے اور حجاز و یمن اور شام و عراق کے علاوہ سوڈان، مصر، مراکش، تیونس کے علماء بکثرت شریک ہوئے۔ اس سلسلے کا پہلا اجتماع حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان میں ہوا تھا، اور سید صاحب نے ایک ایسے اجتماع کو خطاب کیا جس میں مصر، سوڈان، مراکش، تیونس کے فاضل علماء اور خواص جمع تھے۔ مولانا سید سلیمان

ندویؒ نے نہایت اچھے پیرائے اور علمی اسلوب میں بڑے سلجھے ہوئے انداز سے دعوت وتبلیغ پر روشنی ڈالی ،اجتماع کے اختتام پر سب ہی علماء اور خواص نے اپنے اپنے پتے دیئے،علماء نے کام کو خوب سراہا اور اس کام سے اپنے تعلق کا اظہار کیا۔(تبلیغی جماعت پر اعتراضات کے جوابات،ص:۸۱،۸۲،۸۳)

شیخ الحدیث مولانا زکریا نوراللہ مرقدہ کا ایک اہم مکتوب

عنایت فرمایم سلمہ بعد سلام مسنون ۔عنایت نامہ پہنچا حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہ کے متعلق مخالفت میرے علم میں نہیں ، بلکہ میرے علم میں یہ ہے کہ حضرت قدس سرہٗ متعدد مرتبہ نظام الدین تشریف لے گئے بلکہ میوات بھی تشریف لے گئے اور چچا جان یعنی مولانا محمد الیاسؒ صاحب بھی کثرت سے تھانہ بھون حاضر ہوتے تھے،تھانہ بھون کی حاضری میں یہ ناکارہ بھی اکثر ساتھ ہوتا تھا اور چچا جان ہر حاضری پر اپنی مساعی کا تذکرہ کرتے تھے اس پر حضرتؒ اظہار مسرت بھی فرماتے تھے اور دعائیں بھی دیتے تھے یہ تو اس ناکارہ کا مشاہدہ ہے۔

البتہ یہ تو میں بھی سن رہا ہوں کہ حضرت قدس سرہٗ کے بعض خلفاء اور خواص اس کو پسند نہیں فرماتے اس کے متعلق میرا خیال ہے کہ ان حضرات کو قریب سے دیکھنے کی نوبت نہیں آئی روایات پر رائے قائم فرماتے ہیں۔ نیز چونکہ اس کی کوئی منظّم جماعت نہیں ، بلکہ خود آپ نے بھی دیکھا ہوگا کہ ان حضرات کی کوشش رہتی ہے کہ ہر جگہ سے آدمی نکلیں نئے آدمی اصول سے واقف نہیں ہوتے ان سے بے اصولیاں بھی ہوتی ہیں،اس ناکارہ کو شروع ہی سے بہت قریب سے دیکھنے کی نوبت آئی ہے،اب ان جماعتوں کے کارنامے بہت کثرت سے دیکھنے اور سننے کے مواقع پیش آتے ہیں میرے نزدیک یہ تحریک موجودہ حالت کے لحاظ سے نہایت ہی مفید اور بے انتہا ثمرات کا موجب ہے،ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بے نمازی بے دین دیندار بن گئے جو لوگ علماء اور مدارس کے بہت خلاف تھے وہ سینکڑوں کی تعداد میں اہل علم سے متعلق اور مدارس کے معین بن گئے۔

نہ صرف ہندوستان و پاکستان بلکہ عرب ممالک اور دوسرے یورپ کے بہت سے شہروں میں ہزاروں آدمی دین کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں جن ممالک میں مساجد ویران پڑی تھیں ان میں باقاعدہ نماز بلکہ تراویح کا اہتمام ہو گیا۔ کوتاہیوں سے انکار نہیں لیکن کوتاہیوں سے کون سا مجمع یا ادارہ خالی ہے نفع نقصان کی مجموعی حالت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے ہمارے مدرسہ کے ناظم الحاج مولانا اسعد اللہ صاحب مدظلہ مولانا تھانوی قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں وہ تو بیعت کے وقت بھی ہر مرید کو اسکی تاکید فرماتے ہیں، اسی طرح دوسرے بہت سے مشائخ بھی اپنے مریدین کو اس کی تاکید فرماتے ہیں، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب پاکستانی بھی حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے خلفاء میں سے ہیں۔ اس مرتبہ سفر حج سے واپسی پر خود اس ناکارہ کی موجودگی میں انہوں نے مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو اپنے مدرسہ میں بلا کر اس کی تاکید اور تحریک پر تقریر کروائی۔

ابھی مولانا عبید اللہ صاحب بھی مدینہ منورہ سے پاکستان کے راستے سے واپس آئے انہوں نے بھی بتایا کہ مفتی صاحب نے بہت اصرار سے اپنے مدرسہ کے لوگوں کو اس بات کی طرف متوجہ فرمایا اور خود انہوں نے بھی ان کی تقریر کے بعد زوردار تائید فرمائی اس سب کے باوجود آپکے متعلق میرا مشورہ یہ ہے کہ اگر آپ کو شیخ اس کی اجازت نہ دیں تو آپ کو ان کی منشاء کے خلاف شرکت نہیں کرنی چاہئے۔ البتہ اگر آپ کو شیخ خوشی سے اجازت دیں تو ضرور شرکت فرمائیں، ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر آپ اپنے شیخ کی رضا کے تحت شرکت نہ فرمادیں تو مخالفت بھی نہ فرماویں، اس لیے کہ میری رائے یہ ہے کہ عنایت الٰہی اس تحریک کی طرف متوجہ ہے کہ مبشرات نبی کریم ﷺ کی طرف اس جماعت کے متعلق تواتر سے نقل کیے جارہے ہیں اور نبی کریم ﷺ کی طرف سے لوگوں کو اس میں شرکت کے واسطے ترغیبات و تاکیدات خوابوں میں کثرت سے کی جارہی ہیں جس کی نظیر لیلۃ القدر کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا پاک ارشاد ہے ''اری رویا کم قد طواطنت فی السبع الاواخر الحدیث''، جس کو شیخین نے تخریج کیا ہے، کی روشنی میں کثرت سے حضور اقدس ﷺ کا خواب میں حمایت کرنا جو اتنی کثرت سے

سننے میں آرہا ہے کہ اس کا احصاء دشوار ہے۔اسکے علاوہ بہت سے امور ایسے ہیں کہ جن کی بناء پر یہ نا کارہ مخالفت کو خطرناک سمجھ رہا ہے، عدم شرکت دوسری چیز ہے کوئی شخص اپنے اعذار کی وجہ سے یا اپنے شرح صدر نہ ہونے کی وجہ سے شرکت نہ کرے، اس میں بندہ کے نزدیک کوئی خطرہ نہیں، لیکن مخالفت دوسری چیز ہے یہ اس نا کارہ کا ناقص خیال ہے۔واللہ اعلم بالصواب۔البتہ کوئی منکر صریح دیکھی جائے تو اس پر نکیر دوسری چیز ہے۔یہ نا کارہ اپنے ہجوم مشاغل اور کثرت امراض کی وجہ سے طویل تحریرات سے معذور ہے اس لیے آپ کو اس خصوصی تعلق پر جو مدرسہ کی وجہ سے اس نا کارہ سے بھی ہے مختصراً اپنی رائے لکھ دی ہے۔ **ان کان صواباً فمن اللّٰہ وان کان خطاًفمنی و من الشیطان**۔فقط والسلام

(شیخ الحدیث حضرت مولانا) محمد زکریا صاحب مظاہر علوم سہارنپور/بقلم محمد اسماعیل سورتی

(جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات،ص:۵۸،۵۹،ط،مکتبۃ الھادی،لاہور)

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا:

یہ استدراج نہیں ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب بہت زیادہ بیمار ہوئے تو حضرت والد (مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ) عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی طبیعت بہت زیادہ خراب تھی اس لئے ان کے معالجوں نے ملاقات سے منع کیا ہوا تھا۔لہٰذا والد صاحبؒ دوسرے سے ان کی خیریت معلوم کر کے جب واپس جانے لگے تو کسی طرح ان کو پتہ لگ گیا کہ حضرت والد (مفتی شفیع صاحبؒ) آئے ہیں فوراً آدمی دوڑایا کہ واپس بلاؤ اور پھر فرمایا کہ آپ کے آنے سے تکلیف نہیں ہوگی راحت ہوگی اور پھر ہاتھ میں ہاتھ لے کر رونا شروع ہوگئے اور رونے کے دو وجہیں بیان فرمائیں:

پہلی وجہ تو یہ ہے کہ میں اس لئے رو رہا ہوں کہ میں نے تبلیغی جماعت کا کام شروع تو کر دیا اور

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پھیل بھی بہت رہا ہے لیکن کبھی کبھی مجھے ڈرلگتا ہے کہ خدا نہ کرے کہیں یہ استدراج نہ ہو۔(اندازہ لگایئے کہ یہ ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں یہ استدراج نہ ہو)۔

اس پر حضرت والد صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت میں اس کا پورے شرح صدر کے ساتھ یقین دلاتا ہوں کہ یہ استدراج نہیں ہے۔مولانا الیاس صاحبؒ عالم تھے لہٰذا فرمانے لگے کہ کیا دلیل ہے کہ یہ استدراج نہیں؟ تو حضرت والد صاحبؒ نے فرمایا کہ جس شخص کے ساتھ استدراج ہوتا ہے اسکو احساس بھی نہیں ہوتا اور وہم بھی نہیں گزرتا اور کبھی خطرہ بھی نہیں گزرتا کہ استدراج بھی ہورہا ہے، جبکہ آپ کے دل میں یہ شبہ پیدا ہوا ہے۔لہٰذا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ استدراج نہیں ہے۔تو اس سے وہ بہت مطمئن ہوئے اور خوش ہوئے۔

دوسری وجہ رونے کی یہ بیان فرمائی کہ جماعت کا زیادہ کام عوام میں پھیل رہا ہے اور علماء اس کے اندر کم ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ عام لوگ اس پر غالب آکر اس کو غلط راستے پر لے جائیں تو اس واسطے علماء کی سرپرستی ضروری ہے۔

جس شخص (مولانا الیاسؒ) کے سینے کی آگ نے دنیا بھر میں انقلاب برپا کردیا وہ ڈر رہا ہے کہ یہ استدراج ہورہا ہے۔اس لئے حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ: ”**ماخافہ الا مؤمن ولا أمنہ الا منافق**“۔(انعام الباری، کتاب الایمان، باب خوف المؤمن من ان یحبط عملہ وھولا یشعر، ج:۱،ص:۵۴۳،۵۴۴،ط،مکتبۃ الحراء،کراچی)

تبلیغی جماعت کے بارے میں فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ کی رائے

حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

حضرت مولانا الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ نے نظام الدین دہلی سے تبلیغی جماعت کا جو کام

شروع فرمایا ہے، جس کے چھ نمبر ہیں اور وہ کام اللہ کے فضل سے بڑھتے بڑھتے آج تمام دنیا میں عرب وعجم میں پھیل چکا ہے جس کی بدولت بے شمار بددین، فاسق اب متبعِ سنت اور پابندِ شریعت ہو گئے، بے نمازی بڑی تعداد میں نمازی بن گئے، جو لوگ کبھی زکوۃ نہیں دیتے تھے وہ باقاعدہ زکوۃ دینے لگے، کتنے ہی لوگ ایسے ہیں کہ مالدار ہونے کے باوجود ان کو حج کا خیال تک نہیں آتا تھا انہوں نے حج کیا اور بار بار حج کرتے ہیں، کتنی مسجدیں ویراں پڑی ہوئی تھیں وہ نمازیوں سے آباد ہو گئیں، کتنی بستیوں میں دینی مدارس قائم ہو گئے جن میں قرآن کریم، حدیث، تفسیر کی تعلیم ہوتی ہے، کتنے اَن پڑھ اور جاہل آدمی عالم ہو گئے اور تمام دنیا میں دین کی خدمت اور اشاعت کے لیے پھر رہیں ہے، کتنے لوگوں کے ایمان نہایت پختہ ہو گئے جب کہ وہ پہلے سے مشرکانہ عقائد میں مبتلا تھے..الخ۔ (فتاوی محمودیہ، ج:۴،ص:۲۷۵)

ماہنامہ النور، تذکرہ فقیہ الامت، حصہ دوم: ۲۴۸، میں لکھا ہے کہ:

بعض لوگوں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ تعجب ہے کہ تبلیغ والوں نے دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم (مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی) کو بھی اپنا ہم نوا بنالیا۔ اس پر حضرت (فقیہ الامت) نے فرمایا:

واقعہ یہ نہیں، بلکہ حقیقت یہ کہ میں تبلیغی پہلے ہوں، مفتی بعد میں اور دارالعلوم کو مفتی کی ضرورت تھی تو تبلیغ والوں سے مفتی مانگا، انہوں نے یہ ضرورت پوری فرمائی ''او کما قال'' . (تبلیغی جماعت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کے فتاوی کی روشنی میں، ص:۲۹، ط، ادارۃ الرشید، کراچی)

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کا حضرت مولانا محمد یوسفؒ اور حضرت مولانا انعام الحسنؒ کو تبلیغ میں لگانا

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب اور حضرت مولانا انعام الحسن نوراللہ مرقدہما امیر تبلیغ شروع میں جماعتِ تبلیغ کی طرف زیادہ متوجہ نہیں تھے، علمی انہماک زیادہ تھا، حضرت مولانا محمد الیاس نوراللہ مرقدہ نے حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کو ہی مقرر فرمایا کہ ان کو تبلیغ کی طرف متوجہ کریں، چنانچہ حضرت

والا قدس سرہٗ نے تدبیر وحکمت کے ساتھ مختلف مجالس میں گفتگو فرمائی اور اشکالات اور شبہات کو دور فرمایا اور ہر دو حضرات کو تبلیغ کی طرف فرمایا، چنانچہ ایک موقع پر جب کہ حضرت مولانا محمد یوسف قدس سرہٗ ہر دوئی اسٹیشن سے ٹرین سے گزر رہے تھے اور حضرت والا قدس سرہٗ ہر دوئی قیام فرما تھے، حضرت والا ہر دوئی شہر سے ایک بڑا مجمع لے کر اسٹیشن پر ملاقات کے لیے تشریف لے گئے، حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی نظر جب حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ پر پڑی، آپ نے قریب بلایا اور فرمایا، بہت سے سوالات جمع ہو رہے ہیں، پہلے ان کو حل کرنا، بعد میں کسی سے ملاقات ہوگی، چناں چہ حضرت مفتی صاحبؒ نے ان تمام مسائل کو جلدی جلدی حل فرمایا، اس کے بعد دوسرے حضرات سے مصافحہ ہوا، حضرت مولانا قدس سرہٗ نے حضرت مفتی صاحبؒ سے فرمایا کہ پہلے تو ہمارے پیچھے پڑے رہتے تھے اور ہم کو ادھر لگا کر خود پیچھے ہٹ گئے، اب ہماری خبر نہیں لیتے حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا: ہمارے حوالے جو کام کیا گیا تھا، ہم نے اس کو انجام دے دیا اور ہم اس میں کامیاب ہیں اور کسی ایک کونے میں پڑا رہنے دیجیے، تاکہ کتابیں دیکھتے رہیں، ورنہ کوئی مسائل بتانے والا بھی نہیں ملے گا۔

حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنے اشکالات ختم ہونے اور تبلیغی کام کے لیے شرح صدر ہونے پر خوشی میں ایک جوڑا کرتا پائجامہ بنوا کر حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں پیش فرمایا۔ (تبلیغی جماعت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کے فتاوی کے روشنی میں، ص: ۵۲، ۵۳)

تبلیغی جماعت کے بارے میں حضرت مولانا مفتی محمود الحسن بلند شہری صاحب دامت برکاتہم کے تاثرات

جماعت تبلیغ:

آج الحمدللہ پوری دنیا میں اس جماعت کی روشنی پھیلی ہوئی ہے بے شمار مخلصین اپنا مال اپنا

وقت اپنی جان لگا کر محنت ومشقت برداشت کر رہے ہیں اخلاق رذیلہ (حرص، حسد، حقد، کذب، حب جاہ، حب مال وغیرہ) سے چھٹکارا حاصل کرنے کی خاطر انتھک کوشش میں مصروف ہیں، اپنے اندر دینی پختگی پیدا کرنے کی خاطر چھ باتوں پر عمل کرتے ہیں اور عملی مشق کی نیت سے دوسروں کے سامنے بیان کرتے ہیں اور وہ چھ باتیں قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہیں جن میں کسی کا اختلاف بھی نہیں ہے۔اس سلسلہ میں مزید تفصیل ملاحظہ کرنا ہو تو حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندویؒ کی کتاب ''مولانا الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت'' اور حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ کی کتاب ''ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ'' کا مطالعہ کریں۔(تبلیغی جماعت اور کتب فضائل حقائق، غلط فہمیاں، ص:۲۰)

تبلیغی جماعت کے بارے میں حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی نوراللہ مرقدہٗ کے تاثرات

تبلیغی جماعتیں اپنے طور پر حتی المقدور تبلیغ کا کام کر رہی ہیں۔حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ نے میوات جیسے پس ماندہ علاقے میں پچیس سال تک تبلیغِ دین کا کام کیا اور اس جذبہ کو دنیا میں پھیلانے کی سعی کی۔آپ انتہائی درجے کے خدا پرست انسان اور بڑا بلند جذبہ رکھنے والے تھے۔ ان کی کوششوں اور دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ تبلیغی مشن کامیابی کی منازل طے کر رہا ہے ان کے فرزند ارجمند مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے بھی اس کام کے لیے زندگی وقف کردی۔ان بزرگوں کی محنت اور کوشش کا نتیجہ ہے کہ یہ مشن مفید کام انجام دے رہا ہے۔(معالم العرفان فی دروس القرآن، ج:۹،ص:۱۱۷)

حضرت صوفی صاحب نوراللہ مرقدہٗ ایک دوسری جگہ پر فرماتے ہیں کہ:

اس وقت صرف تبلیغی جماعت ہے جو تبلیغِ دین کے سلسلہ میں اپنی اصلاح کی کوشش کر رہی ہیں۔چونکہ خود اپنے بگڑ چکے ہیں۔لہٰذا اولاً ان کی اصلاح کی ضرورت ہے۔مگر اس محاذ پر بھی جماعت کو

بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور بڑے بڑے مصائب برداشت کرنا پڑتے ہیں۔گذشتہ سال کی بات ہے کہ تبلیغ کے لیے جماعت ادھر پہاڑی علاقے میں گئی کسی بستی میں رات کو قیام کرنا چاہا تو اہل بستی نے ٹھرانے سے انکار کردیا، بلکہ اسی وقت وہاں سے چلے جانے کے لیے کہا انہوں نے رات کے وقت تین چار میل دور دوسری بستی میں جا کر قیام کیا۔کتنے افسوس کی بات ہے کہ جو جماعت تبلیغِ دین کا اہم فریضہ انجام دے رہی ہے اس کے خلاف اہل بدعت، مشرک اور رسومی لوگ زہریلا پراپیگنڈا کرتے ہیں کہ یہ وہابی ہیں بے دین ہیں جو تمہیں بھی بے دین بنادیں گے۔ایسے مراحل تو درمیان میں آتے رہتے ہیں، ان سے گھبرانا نہیں چاہیے بلکہ اپنا پروگرام جاری رکھنا چاہیے، جو لوگ نیکی کی طرف دعوت دینے والوں کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں، انہیں بھی اس ظلم کا بدلہ چکانا ہوگا۔(معالم العرفان فی دروس القرآن، ج:۷، ص:۶۹، ۷۰، ط، مکتبہ دروس القرآن، گوجرانوالہ)

تبلیغی جماعت کے بارے میں محدث کبیر مفتی اعظم دارالعلوم حقانیہ مفتی محمد فرید نوراللہ مرقدہٗ کی رائے

شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا مفتی محمد فرید صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:

تبلیغی جماعت ایک نیک بااثر اور فعال جماعت ہے اور اسلام کی خدمت میں سارے لوگوں سے پیش پیش ہیں نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تبلیغی محنت کا عکس ان لوگوں میں نمایاں ہے....الخ۔(فتاوی فریدیہ، ج:۱، ص:۱۶۳)

تبلیغی جماعت کے بارے میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی دیگر مفتیان کرام کی رائے

تبلیغی جماعت فی زمانہ ایک فعال دینی جماعت ہے، اس کی ہر کوشش خلق خدا کو راہ راست پر

لانے کے لیے ہے....الخ۔ (فتاوی حقانیہ، ج:٢،ص:٤٤١، ط، مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک)

تبلیغی جماعت کے بارے میں حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری نوراللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ:

آج کل تبلیغی جماعت کا کام بھی ماشاءاللہ بہت پھیل گیا ہے اور عالمی سطح پر یہ کام ہو رہا ہے اور اس سے عوام میں دینی بیداری، دین کا شوق دین کی لیے قربانی کا جذبہ اور آخرت کی فکر پیدا ہو رہی ہے، بے شمار لوگوں کی زندگیاں بدلی ہیں، عوام تک دین پہنچانے کے لیے یہ بہت وسیع میدان ہے، علماء کو اس کام میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی ضرورت ہے۔ یہ کام دراصل علماء ہی کا ہے، اس لیے علماء کو اس میں حصہ لینا چاہیے، علماء کے حصہ لینے سے اس کام میں اور مضبوطی پیدا ہوں گی اور کام صحیح نہج اور اصولوں کے مطابق چلے گا انشاءاللہ، اتنی بڑی جماعت کو علماء ہی سنبھال سکتے ہیں، ورنہ اگر اس میں کچھ خرابیاں پیدا ہوں گی تو علماء اس کے ذمہ دار ہوں گے، لہٰذا مہتمم اور مدرسہ کی ذمہ داروں کو چاہیے کہ مدرسین کو اس میں بھی عملی طور پر حصہ لینے کا موقع فراہم کریں۔ (فتاوی رحیمیہ، ج:٣،ص:١٧٢، ط، دارالاشاعت کراچی)

تبلیغی جماعت کے بارے میں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ:

تبلیغی جماعت جس طرز پر دعوت الی اللہ کا کام کررہی ہے، یہ سنت نبوی اور طریقہ سلف صالحینؒ کے عین مطابق ہے۔

حضرت اقدس مولانا شاہ محمد الیاس کاندھلوی ثم دہلویؒ، حضرت قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے خادم، حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری مہاجر مدنیؒ کے خلیفہ اور اپنے دور کے تمام اکابرامت کے معتمد اور منظورِ نظر تھے۔ ان کی زندگی کا ایک ایک عمل سنت نبوی کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا، وہ ایمان واخلاص، زہد وتوکل، ایثار وہمدردی، صبر واستقامت، بلند نظری و بلند ہمتی اور اخلاق واوصاف میں فائق الاقران تھے۔ حق تعالیٰ شانہ نے ان سے دین کی دعوت وتبلیغ کا تجدیدی کام لیا، اور اللہ تعالیٰ نے مادّیت کے جدید طوفان کے مقابلے میں ان پر ''عمومی دعوت'' کا طریقہ منکشف فرمایا، اور انہوں نے ایک عام سے عام آدمی کو بھی دین کی دعوت کے کام میں لگایا، حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے وقت سے آج تک ''تبلیغی جماعت'' اسی نہج اور اسی نقشے پر دعوت الی اللہ کا کام کررہی ہے، اور الحمد للہ! ثم الحمد للہ! اس کے ذریعے کروڑوں افراد کو حق تعالیٰ نے فسق وفجور کی تاریکیوں سے نکال کر شریعت مطہرہ کی پابندی اور سنت نبوی کے مطابق زندگی ڈھالنے کا جذبہ عطاء فرمایا ہے۔

تبلیغی جماعت کے اس مبارک کام پر لوگوں کی طرف سے ناواقفی کی وجہ سے نکتہ چینیاں بھی ہوئیں، اس کے کام میں رکاوٹیں پیدا کرنے کی کوشش بھی کی گئی اور ان کو بدنام کرنے کے لئے افسانے بھی گھڑے گئے، لیکن یہ اللہ کا کام ہے، الحمد للہ! کہ ان تمام رکاوٹوں کے باوجود اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندوں سے اپنے دین کی دعوت کا کام لے رہا ہے، اور حق تعالیٰ شانہ کی رحمت وعنایت سے قوی امید ہے کہ وہ اپنے بندوں کو اس کام کے لئے کھڑا کرتے رہیں گے۔

اس ناکارہ کو ایک عرصہ تک تبلیغی اسفار میں شریک ہونے کی سعادت حاصل ہوئی ہے، اور اکابرِ تبلیغ کی نجی سے نجی محفلوں میں بیٹھنے اور ان کے حالات کا بغور مطالعہ کرنے کا موقع ملا ہے، حق تعالیٰ شانہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس ناکارہ کو اس سلسلے میں جس قدر قریب سے قریب ہونے کا موقع ملا ہے اسی قدر اس کام کی افادیت اور اس کام میں لگنے والے حضرات کی حقانیت اس ناکارہ پر کھلتی گئی ہے، اس

لئے یہ ناکارہ کامل اِنشراح اور پوری بصیرت کے ساتھ یہ اظہار کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ تبلیغی جماعت کا کام نہایت مبارک ہے، امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات) کی نشأۃِ ثانیہ کا ذریعہ ہے، اور تمام مسلمان بھائیوں کا اس بابرکت کام میں لگنا دنیا و آخرت کی سعادتوں کا ذریعہ ہے، حق تعالیٰ شانہ ہمیں اپنی رضا و محبت نصیب فرمائیں اور دنیا و آخرت میں اپنے مقبول بندوں کی رفاقت و معیت نصیب فرمائیں۔ (آپ کے مسائل اور انکا حل، اضافہ وتخریج شدہ ایڈیشن، ج:۸،ص:۲۲۹، ۲۳۰، ط، مکتبہ لُدھیانوی)

تبلیغی جماعت کے بارے میں مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ کے تاثرات

حضرت اقدس مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

خاص صورتوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض عین ہے۔ اور تمام حالات میں نیکیوں کی ترغیب اور برائیوں سے روکنے کی مقدور بھر کوشش کرنا اس امت کی اجتماعی ذمہ داری ہے اور مروجہ تبلیغی جماعت اس اہم دینی ذمہ داری کو بڑی جانفشانی سے مؤثر طور پر انجام دے رہی ہے۔

لٰہذا اس کام میں ان کے ساتھ لگنا اور تعاون کرنا بہت بڑی سعادت اور باعث اجر وثواب ہے۔

واللہ المستعان وھو اعلم

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ

۱۴۱۶/۱۳/۴ھ

(ماہنامہ البلاغ بحوالہ تبلیغ بالیقین کارنبوت، ص: ۳۶۸، ط، مکتبۃ الحسن لاہور)

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی دامت برکاتہم ایک دوسری جگہ پر فرماتے ہیں کہ:

یہ تبلیغ کا کام شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس میں یہ برکت دی کہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ الحمدللہ، آج دنیا میں شاید کوئی بھی اسلامی تنظیم، کوئی بھی اسلامی ادارہ اور کوئی بھی جماعت اتنے بڑے پیمانے پر اللہ کا پیغام نہیں پہنچا رہی جتنے بڑے پیمانے پر اللہ تعالیٰ اس جماعت سے کام لے رہا ہے حالانکہ اس کا نہ کوئی فنڈ ہے، نہ کوئی دفتر ہے، نہ کوئی صدر اور جنرل سیکرٹری ہے، نہ ناظم اطلاعات ہے اور نہ ہی کوئی دوسرا عہدہ ہے۔

آج ساری تنظیموں میں عہدوں کے جھگڑے ہیں جبکہ یہاں کوئی عہدہ ہی نہیں۔ بس سب اللہ اور اس کے رسول کے غلام اور صحابہ کرام کے نقال ہیں۔ کندھوں پر سامان اٹھا اٹھا کر لوگوں کی خوشامدیں کر رہے ہیں۔ اسی دعوت اسلام کا نتیجہ ہے کہ یہاں مسجدیں اور مدرسے نظر آرہے ہیں۔ اگر یہ تبلیغ کا کام نہ ہوتا تو بظاہر یہاں کوئی مسجد اور مدرسہ وجود میں نہ آتا۔ یہاں کے مساجد و مدارس تبلیغ کے رہین منت (شکرگزار) ہیں اب تو میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ انگلستان میں بڑے بڑے دارالعلوم بھی قائم ہو رہے ہیں۔ آپ کے اسی مرکز میں درس نظامی کی پوری تعلیم ہو رہی ہے......الخ۔ (اصلاحی تقریریں، ج:۸، ص:۱۱۹، ط، بیت العلوم، لاہور)

تبلیغی جماعت کے بارے میں شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کے تاثرات

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

واقعہ یہ ہے کہ مغرب میں تبلیغِ اسلام کی کوئی باقاعدہ منظّم اور مخلصانہ جدوجہد ہماری طرف سے ابھی تک شروع نہیں ہوئی، مسلمانوں کی جو چھوٹی چھوٹی تنظیمیں مختلف علاقوں میں کام کر رہی ہیں، ان کی تمام تر توجہ خود مسلمانوں کے مسائل کی حد تک محدود ہے، اور ہماری شامتِ اعمال یہ ہے کہ وہاں بھی یہ تنظیمیں باہمی افتراق وانتشار اور دھڑے بندیوں کی شکار ہیں صرف ایک تبلیغی جماعت کی سادہ، پُر

خلوص مگر محدود کوشش غیر مسلموں کی طرف بھی متوجہ ہیں، خاص طور سے انگلستان میں اس جدو جہد کے بہت مفید اثرات سامنے آئے ہیں ..الخ۔ (جہاں دیدہ، ص:۴۹۲، ط، مکتبہ معارف القرآن کراچی)

شیخ الاسلام مدظلہ ایک دوسری جگہ پر لکھتے ہیں کہ:

انورالسادات کے عہد میں دینی حلقوں کے ساتھ قدرے نرمی کا معاملہ کیا گیا اور بظاہر موجود حکومت بھی اسی پالیسی پر گامزن ہے، چنانچہ اس دور میں تبلیغ ودعوت کا کام خاصا آگے بڑھا ہے، اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ عوام میں دینی جذبے کی وہ چنگاری جسے زبردستی دبایا گیا تھا۔ اب اپنا رنگ دکھا رہی ہے۔

ایک طرف حکومتوں کی مسلسل مغرب نواز پالیسوں کا اثر یہ ہے کہ اب بھی عریانی وفحاشی کا بازار گرم ہے، اور بعض علاقوں میں لوگوں کی حرکتیں دیکھ کر یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوتا ہے کہ یہ یورپ کا کوئی شہر ہے، یا عالم اسلام کا؟ شراب نوشی کی وبا بھی عام ہے ذرائع ابلاغ کسی ادنیٰ رو رعایت کے بغیر علی الاعلان عریانی وفحاشی کی تبلیغ کر رہے ہیں، لیکن دوسری طرف نوجوانوں میں دین کی طرف لوٹنے کا ایک غیر معمولی جذبہ بیدار ہو رہا ہے اور مختلف حلقے اس سمت میں متواتر کام کر رہے ہیں، تبلیغی جماعت کے آثار بھی ماشاء اللہ نمایاں محسوس ہوتے ہیں.....الخ۔ (جہاں دیدہ، ص:۱۶۳، ط، مکتبہ معارف القرآن کراچی)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ ایک دوسری جگہ پر تبلیغی جماعت کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

تبلیغ فرض عین ہے مختلف جہتوں سے تبلیغ ودعوت کا کام خصوصی اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ بالخصوص اس دور میں جب کہ شرکی قوتیں اپنی مفاسد پھیلا رہی ہیں۔

اور ماشاء اللہ تبلیغی جماعت بحیثیت مجموعی اسی کام کو بطریق احسان پورا کر رہی ہے۔ لہٰذا

مسلمانوں کواس کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔ واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ

۱۴۱۹/۸/۱۲ھ

ماہنامہ ''البلاغ''

(تبلیغ بالیقین کارنبوت ہے، ص: ۳۶۸، ط، مکتبۃ الحسن، لاہور)

تبلیغی جماعت کے بارے میں حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری مدظلہ کی رائے

حضرت مولانا مفتی احمد صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں کہ:

نفس تبلیغ کا حکم تو کتاب وسنت میں موجود ہے، اور ہر زمانہ میں اس پر عمل بھی ہوتا رہا، البتہ ہر زمانہ کے حالات کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کے قلوب میں مفید طریقے القاء فرماتے رہے ہیں، حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد، ہفتہ میں ایک یا دو دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس لوگ جمع ہوتے اور وہ احادیث سناتے، مسائل بتلایا کرتے تھے۔ حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ ہفتہ میں ایک دفعہ مسجد نبوی میں ممبر کے قریب کھڑے ہوکر احادیث سنایا کرتے تھے۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ ہر جمعہ کو خطبہ شروع ہونے سے پہلے احادیث سنایا کرتے تھے۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بھی مستقلاً تبلیغ کیا کرتے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کوفہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس خط لکھا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہاں بھیج دیجئے تبلیغ کے لیے، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھیجا، تو عبداللہ بن مسعود ڈیڑھ ہزار کے قریب اپنے تلامذہ کو لے کر تشریف لے گئے، پھر ایک وقت آیا کہ احادیث کو لکھا گیا اور کتابی شکل دی گئی جگہ جگہ حدیث سنانے کے حلقے ہوتے تھے، بعض محدثین کے حلقہ میں ایک لاکھ یا اس سے بھی

زائد آدمی موجود رہتے تھے، (یہ سب مخاطبین مسلمان ہی تھے)۔ پھر ایک وقت آیا کہ مشائخ نے تصوف اور توجہ باطن کے ذریعہ تبلیغ کی، علماء نے مدارس قائم کئے، واعظین نے وعظ کیے۔ غرض یہ امت مجموعی حیثیت سے کسی بھی وقت نفس تبلیغ سے کلیۃً غافل نہیں رہی، اور ہر ہر طریقہ نہایت ہی مؤثر مفید ثابت ہوا، ان میں کوئی طریقہ غلط نہیں۔ آج کے دور میں تبلیغی جماعت کا طریقہ اصول کی پابندی کے ساتھ نہایت مؤثر ومفید ہے۔ جس طرح مدارس کے عمل کو نیا طریقہ کہہ کر غلط نہیں کہا جاسکتا، اسی طرح تبلیغ کے طریقہ کو نیا کہہ کر غلط نہیں کہا جاسکتا، مسلمان کا اپنے اسلام میں پختہ ہونا لازم ہے، پھر اس کی غیر مسلموں میں بھی فی الجملہ تبلیغ ہوتی ہے، ورنہ اندیشہ ہے کہ وہ خود ہی اس طرف مائل ہوجائے۔ فقط واللہ اعلم۔
(محمود الفتاوی، ج:۴، ص: ۱۰۵، ۱۰۶، ط، مکتبہ انور محمود نگر، ہند)

تبلیغی جماعت کے بارے میں شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب مدظلہ کی رائے

حضرت اقدس مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

تبلیغی جماعت کے بارے میں میری رائے! میں سمجھتا ہوں کہ اس جماعت کا کسی ملک میں جانا، وہاں کے عوام اور وہاں کی حکومت دونوں کے لئے باعث رحمت ہے، کیونکہ یہ جماعت ایک عام فرد اور شہری کی اصلاح پر محنت کرتی ہے، تاکہ وہ ایک ایسا اچھا شہری بن جائے جو اپنے خالق کا وفادار، اور نہ صرف اپنے وطن اور اہل وطن کا خیر خواہ ہو، بلکہ ساری انسانیت کے لئے فکر مند ہوجائے، وہ ایسی کوئی حرکت نہ کرے جس سے وطن اور اہل وطن کو نقصان پہنچے، وہ چوری نہ کرے، کسی کو ناحق قتل نہ کرے، کسی کا مال نہ لوٹے، کسی کی عزت پر حملہ نہ کرے، جھوٹ نہ بولے اور نہ کسی کو دھوکا دے، بلکہ وہ دوسروں کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

یہ وہ اوصاف ہیں جو حکومت اور عوام دونوں کے حق میں مفید ہیں۔

حکومتیں عام طور پر اسلامی ہوں یا غیر اسلامی، اپنی بگڑی ہوئی عوام سے نالاں ہوتی ہیں اور دہشت گردوں، چوروں، ڈاکوؤں اور منشیات اور مسکرات کے استعمال کرنے والوں کا شکوہ کرتی ہیں اور ان جرائم کو روکنے کے لئے قوانین اور سزائیں وضع کرتی ہیں، لیکن ان سے کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوتا۔

لیکن تبلیغی جماعت کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ تعلیم و تربیت کے ذریعہ مسلمانوں کے نفوس میں ایسا ملکہ اور ایسی اخلاقی قوت پیدا کردے جو انہیں ان جرائم کے ارتکاب سے روکے اور ان جرائم سے دلوں میں نفرت پیدا کردے اور انہیں ایسی صفات اور اعلیٰ اخلاق اپنانے کی ترغیب دیتی ہے جن سے عوام اور حکومت دونوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الدين النصيحة؟ قلنا لمن يارسول الله ؟قال: لله ولرسوله و لكتابه ولائمة المسلمين وعامتهم . (مشکوۃ، ص: ۴۲۳)

ترجمہ: دین خیر خواہی کا نام ہے، ہم نے عرض کیا: کس کے لئے؟ یارسول اللہ! فرمایا اللہ کے لیے، اس کے رسول کے لئے، اس کی کتاب کے لئے اور مسلمانوں کے حکمرانوں کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے۔

یقینی بات ہے کہ جب فرد کی اصلاح ہوگی تو اس سے پورے معاشرہ کی اصلاح ہوگی، ملک میں امن وامان کی فضاء پیدا ہوگی، روحانی واخلاقی قدریں عام ہوں گی اور لوگ امن وامان کی زندگی بسر کرسکیں گے۔

دیکھا جائے تو عموماً حکومتیں دو باتوں سے گھبرتی ہیں:

۱: ایک یہ کہ باہر سے کوئی اجنبی آئے اور آکر ملک کی سیاست میں دخل اندازی کرے۔

۲: دوسرا یہ کہ کوئی اجنبی باہر سے آکر عوام الناس میں اختلاف پیدا کرے۔

ان دونوں باتوں میں حکومت کو اس جماعت سے کوئی خطرہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ وہ سیاست میں دخل نہیں دیتی اور نہ ہی وہ عوام میں اختلاف پیدا کرتی ہے۔

تبلیغی جماعت کا پاکستان اور ہندوستان میں مرکز ہے، جہاں اسے یہ قانونی حق حاصل ہے کہ وہ سیاست میں حصہ لے، لیکن اس نے رضا کارانہ طور پر اپنا یہ حق چھوڑ رکھا ہے، لہٰذا جو جماعت اپنے ملک میں اپنا سیاسی حق استعمال نہیں کرتی، وہ دوسرے ملک میں کیسے سیاست میں حصہ لے گی، جہاں اسے اس کا کوئی حق حاصل نہیں؟ لہٰذا کسی ملک کی حکومت کو اس جماعت سے کوئی سیاسی خطرہ نہیں۔

باقی رہا یہ کہ عوام میں اختلاف پیدا کرنا اور ان کی صفوں میں پھوٹ ڈالنا تو اس اعتبار سے بھی جماعت سے کوئی خطرہ نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ تبلیغی جماعت کا محور ہی دین کی بنیادی باتیں اور ایسے امور ہیں، جن پر پوری امت کا اتفاق ہے وہ فروعی اور اجتہادی مسائل کو نہیں چھیڑتی، جس سے اختلاف پیدا ہونے کا امکان ہے۔

بطور مثال: ہم دیکھتے ہیں کہ جماعت ایک مسلمان کو نماز کی دعوت دیتی ہے، جو کہ دین کا ایک بنیادی ستون ہے اور جس کی فرضیت میں کسی کا اختلاف نہیں، نیز وہ مسلمان کو اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ وہ اپنا تعلق مسجد سے جوڑے، اس میں بھی کسی مسلمان کو کوئی اختلاف نہیں۔

اب اگر کوئی مسلمان ان کی بات مان لیتا ہے اور مسجد سے اپنا تعلق جوڑ لیتا ہے اور نمازوں کی پابندی شروع کر دیتا ہے تو الحمد للہ! مقصد حاصل ہو گیا۔ اب تبلیغی جماعت کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ نوجوان اپنی نماز فقہ حنفی، مالکی، شافعی، اور حنبلی وغیرہ میں سے کس کے مطابق ادا کرتا ہے، لہٰذا اس اعتبار سے بھی کسی حکومت کو فکر مند نہیں ہونا چاہئے۔

یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے اور سنتے ہیں کہ بہت سی اسلامی اور غیر اسلامی حکومتیں جنہوں نے اس جماعت اور اس کی دعوت کی حقیقت کو جان لیا ہے، انہوں نے اس کے لئے اپنے ملک کے دروازے

کھول دیئے ہیں اور وہ اس کے لئے سہولتیں مہیا کرتی ہیں، نیز ان کی عوام بھی اپنے ملک میں اس کا استقبال کرتی ہے اور اسے دیکھ کر خوش ہوتی ہے۔ (تبلیغی جماعت اور اس کی دعوت کے اصول وآداب، ص: ۱۰، ۱۱، ۱۲، ط، دار القلم کراچی)

تبلیغی جماعت کے بارے میں حضرت مولانا مفتی شبیر احمد القاسمی صاحب کی رائے

حضرت اقدس مولانا مفتی شبیر احمد القاسمی صاحب دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں کہ:

تبلیغی جماعت اور تبلیغی مکتب فکر عامۃ المسلمین، بے نمازیوں اور بے کار پھرنے والوں، چوری ڈکیتی جیسی برائیوں میں پھنسے ہوئے لوگوں کو اصلاحی لائن میں لانے کے لئے اور ان کو نمازی بنانے کے لئے نہایت بہترین سبب اور عمدہ ترین ذریعہ ہے، اس لئے اس کے طریقہ کار کو بدعت وغیرہ کہہ کر اس کام پر رکاوٹیں پیدا کرنا ایک عمدہ ترین دینی خدمت کی مخالفت ہے.....الخ۔ (فتاوی قاسمیہ، ج:۴، ص: ۳۳۵)

حضرت مفتی صاحب ایک دوسری جگہ پر لکھتے ہیں کہ:

تبلیغی جماعت جس کے بانی حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ ہیں، بہت اچھی جماعت ہے، اس کے اکابر علماء اور دین کے اچھے رہنما ہیں، یہ مسلمانوں کو دین کی اصلاح کی دعوت دیتے ہیں، ان کے ساتھ شریک ہونا اور حسب گنجائش ان کے ساتھ وقت لگانا کار ثواب اور دین کی بہت بڑی خدمت ہے...الخ۔ (فتاوی قاسمیہ، ج:۴، ص:۳۷٦، ط، مکتبہ اشرفیہ دیوبند، ہند)

تبلیغی جماعت کے بارے میں حضرت مولانا محمد یوسف افشانی صاحب دامت برکاتہم کے تاثرات

حضرت مولانا محمد یوسف افشانی صاحب مدظلہ (رئیس دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی) لکھتے ہیں:

امت مسلمہ کی ابتدا ہی ''دعوت وتبلیغ'' سے ہوئی ہے چناں چہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب نبی آخرالزماں بنا کر بھیجا گیا، تو سب سے پہلے آپ نے صفا پہاڑی پر اہل مکہ کو جمع کر کے اس کا آغاز فرمایا اور اس کے بعد مسلسل یہ کام کرتے رہے۔

آپ ﷺ کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد ان کے جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور ان کے بعد تابعین رحمہم اللہ نے بھی اس کام کو بحسن وخوبی انجام دیا، اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہا، یہاں تک کہ پچھلی صدی ہجری میں حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''دعوت وتبلیغ'' کے عنوان سے ایک خاص نہج پر اس کام کو شروع کیا، جس کی برکت سے آج دنیا کے کونے اور چپے چپے پر دعوت وتبلیغ کی آواز گردش کر رہی ہے۔(تبلیغی جماعت، ص:٦، ط، ادارۃ الرشید کراچی)

تبلیغی جماعت کے بارے میں حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان منصور پوری صاحب کی رائے

حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

تبلیغی جماعت اہل حق کی جماعت ہے، اس کے بانی اکابر علماء رہے ہیں، جنہوں نے اپنی زندگیاں اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں وقف کردی ہیں، اور اس جماعت کی محنت سے اسلام اور اہل اسلام کو مسلسل فائدہ پہنچ رہا ہے......الخ۔(کتاب النوازل، ج:٢، ص:٣٦٣)

حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان منصور پوری صاحب ایک دوسری جگہ پر لکھتے ہیں کہ:

دعوت الی الخیر کی محنت جو''تبلیغی جماعت'' کے نام سے سارے عالم میں جاری ہے، اس کے اصول وضوابط اور طریقہ کار پر شرعی اعتبار سے کوئی اشکال نہیں ہے...الخ۔(کتاب النوازل، ج:٢، ص: ٣٥٨، ط، المرکز العلمی للنشر والتحقیق لال باغ مراد آباد، ہند)

تبلیغی جماعت کے بارے میں حضرت اقدس مولانا مفتی اسماعیل کچھولوی صاحب دامت برکاتہم کی رائے

حضرت مولانا مفتی اسماعیل کچھولوی صاحب دامت برکاتہم (شیخ الحدیث وصدر مفتی جامعہ حسینیہ راندیر، ہند) تحریر فرماتے ہیں کہ:

تبلیغی جماعت خالص دینی فکروں والی اور دینی اعمال والی اور بہت ہی اچھی دین کی خدمت کرنے والی جماعت ہے۔ ہر مسلمان کو چاہئے کہ اپنی وسعت بھراس کی مدد کریں، اوراس میں حصہ لیں۔سنن کی پیروی اور دین کا درد یہ اس جماعت کا خاص مقصد ہے، جماعت کے اکابر نے قرآن وحدیث اور فراست باطنی سے جو اصول مقرر کئے ہیں ان کے مطابق عمل کیا جائے تو انشاء اللہ فائدہ ہی فائدہ ہوگا۔(فتاوی دینیہ، ج:۱ص:۲۰۲، ناشر، جامعہ حسینیہ راندیر، ضلع،سورت گجرات، ہند)

تبلیغی جماعت کے بارے میں حضرت مولانا عبدالودود ندوی دامت برکاتہم کی رائے

حضرت اقدس مولانا عبدالودود ندوی صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں کہ:

موجودہ وقت میں دعوت وتبلیغ کی عظیم محنت سے پوری دنیا میں جو اسلامی اخوت و بھائی چارگی کی فضا قائم ہوئی،اور نوجوانوں کے اندر جو دینی شعور بیدار ہوا اسکا انکار ایک حقیقت کا انکار ہے، ہر اسلامی ذہن رکھنے والا شخص صاف دل سے اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہے،حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے نصف صدی سے زائد قبل اس کام کا آغاز ایسی سرزمین سے کیا تھا جو دنیوی ترقی اور عصری تہذیب وثقافت سے دور،اور اسلامی تعلیمات اور دینی شعائر سے ناواقف تھی،مولانا نے اس بنجر زمین میں عظیم دعوتی کام کی تخم ریزی کی جس کے ثمر آور درختوں سے ایک جہاں فیضیاب ہورہا ہے۔

اس کام کی وسعت وہمہ گیرت، جامعیت وعالمگیرت کے ساتھ ساتھ ایک بڑی خصوصیت یہ کہ دنیا کے ہر گوشہ میں مشرق سے مغرب تک، شمال سے جنوب تک، ایک ہی نہج اور ایک ہی فکر کے ساتھ جاری وساری ہے، دعوت کی اس عظیم محنت کو شروع ہی سے نامور علماء ربانیین کی محنت اور رہنمائی حاصل ہوتی رہی، جنہوں نے اس کار عظیم کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیا تھا، جس کے لئے ہر طرح کی قربانیاں پیش کیں، ہر قسم کی تکالیف اور پریشانیوں کو بخوشی قبول کیا، بعض نے عرب ممالک میں اس کام کی فضاء ہموار کی، تو بعض نے اسپین اور یورپ وامریکہ میں کام کی بنیاد ڈالی......الخ۔(بیانات، ج:۱، ص:۱۹، ط، دارالنور، ہند)

تبلیغی جماعت کے بارے میں حضرت مولانا شاہ محمد جمال الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم کی رائے

حضرت مولانا شاہ محمد جمال الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم (استاذ حدیث دارالعلوم حیدرآباد، ہند) لکھتے ہیں کہ:

دعوت وتبلیغ سے معروف دینی محنت اور اس کے مبارک آثار آج دنیا کے چپے چپے میں الحمدللہ نمایاں طور پر محسوس کئے جارہے ہیں، ایک ایسی محنت جو صورت میں بڑی سادی، نام ونمود سے عاری، اصول میں بڑی سہل ہونے کے باوجود قوت تاثیر میں دنیا میں پائی جانے والی دیگر تحریکات کے مقابلہ میں سب سے زیادہ مؤثر پائی جاتی ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ لاکھوں دین سے غافل قلوب دین حق کی طرف متوجہ ہوئے، سینکڑوں چرچ مساجد میں تبدیل ہوگئے، بے شمار غیر آباد مساجد کو مصلی، مدارس کو طلبہ، ربانی خانقاہوں کو سالکین اور مختلف میدانوں میں کارہائے دین انجام دینے والے معاونین ملے....الخ۔(تبلیغی جماعت اور کتب فضائل حقائق، غلط فہمیاں، ص:۲۳، ط، مکتبہ الاتحاد دیوبند، ہند)

فی سبیل اللہ کا شرعی مصداق

مفتی ابوبکر جابر قاسمی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ: بہت سے اہل علم کو بھی یہ شبہ رہا ہے کہ قرآن وحدیث میں وارد ''فی سبیل اللہ'' کا لفظ صرف قتال ہی کے ساتھ خاص ہے ذیل کے مبسوط مضمون میں مفسرین کے اقوال کی روشنی میں اس کو واضح کیا گیا ہے کہ سارے قرآن میں کہاں ''فی سبیل اللہ'' کا مصداق قتال ہے اور کہاں اس کا مفہوم سارے اعمال خیر پر مشتمل ہے نیز احادیث شریفہ میں مذکور فی سبیل اللہ کے معنی میں اکثر و بیشتر وسعت ہونے کو شروحِ حدیث سے ثابت کیا ہے، جس سے خود بخود اس غلط فہمی کا ازالہ ہوجاتا ہے کہ اہل دعوت کا ''فی سبیل اللہ'' والی آیات قرآنیہ اور احادیث شریفہ (جبکہ وہ قتال کے ساتھ مخصوص نہ ہوں) کا دعوت وتبلیغ کے فضائل کے طور پر ذکر کرنا غلط ہے۔

لفظ ''فی سبیل اللہ'' قتال کے ساتھ مخصوص نہیں ہے

یہ معلوم ہونا چاہئے کہ قرآن کریم اور احادیث نبوی میں جو لفظ ''فی سبیل اللہ'' آیا ہے وہ قتال اور جہاد کے ساتھ مخصوص نہیں اور جو لوگ لفظ ''فی سبیل اللہ'' کو محض جہاد کے ساتھ مخصوص قرار دیتے ہیں یہ دعویٰ بلا دلیل ہے ان کے اس قول کی اصل نہ کتاب وسنت میں ملتی ہے اور نہ چودہ سو سال کی تاریخ ان کے اس قول کی تائید کرتی ہے۔

لفظ ''فی سبیل اللہ'' کا حقیقی مطلب

فی سبیل اللہ: اس کا حقیقی مطلب ہر وہ راستہ اور طریقہ ہے جو خوشنودئ رب کیلئے اختیار کیا جائے، لہٰذا یہ قتال، دعوت، حصول علم، جماعت کی حاضری اور حج وغیرہ تمام امور کو شامل ہوگا۔

علماء نے یہ وضاحت کی ہے کہ فی سبیل اللہ کو جو کفار سے قتال کے ساتھ محدود کیا جاتا ہے

دراصل وہ ''**قصر العام علی اهم افراده**'' کے قبیل سے ہے یعنی مختلف معانی کو مشتمل لفظ سے اس میں سے سب سے اہم معنی مراد لیا جائے ورنہ تو لفظ ''فی سبیل اللہ'' احیاء دین کے تمام شعبوں کو شامل ہے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ''جہاد فی سبیل اللہ'' اپنے تمام افراد کیلئے عام ہے تو پھر محدثین نے ''جہاد فی سبیل اللہ کے متعلق تمام احادیث کو ''کتاب الجہاد'' میں کیوں ذکر کیا ہے؟

اس جواب یہ ہے کہ ایسا بالکل نہیں ہے چونکہ امام بخاریؒ نے فی سبیل اللہ کی روایت کو کتاب الجمعہ میں نماز جمعہ کیلئے جانے کی فضیلت کے تحت اور بیہقیؒ نے ''السنن الکبری'' میں اور منذریؒ نے ''الترغیب والترہیب'' میں جمعہ کی نماز اور اس کیلئے چل کر جانے کی فضیلت کے تحت یہ روایت ذکر کی ہے : ''**ومن اغبرت قدماه فی سبیل اللّٰه حرمه اللّٰه علی النار**'' جس کے دونوں پیر اللہ کے راستے میں غبار آلود ہوں اللہ عزوجل اس پر جہنم کی آگ کو حرام فرما دیتے ہیں۔

ان ابواب کے تحت اس روایت کا ذکر یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ امام بخاریؒ، بیہقیؒ اور منذریؒ وغیرہ لفظ ''سبیل اللہ'' کو تمام اُمور خیر کیلئے عام قرار دیتے ہیں، اسے جہاد وقتال کے ساتھ مخصوص قرار نہیں دیتے۔

وہ احادیث جو لفظ ''فی سبیل اللہ'' کے عام ہونے پر دال ہیں

امام بزارؒ نے اپنی مسند میں ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کے پاس تھے کہ اس دوران ایک جوان وہاں آیا، جب ہم لوگوں نے اس نوجوان کو دیکھا تو کہنے لگے کیا ہی بہتر ہوتا کہ یہ نوجوان اپنی جوانی اور اپنی چستی پھرتی اور طاقت وقوت کو اللہ کے راستے میں صرف کرتا (**لو انّ هذا الشاب يجعل شبابه ونشاطه وقوته فی سبیل اللّٰه**) فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے جب یہ ہماری بات سنی تو یوں ارشاد فرمایا: (**وما سبيل اللّٰه الا**

من قتل ؟) کیا محض شہید ہی اللہ کے راستے میں ہوتا ہے؟(**ومن سعى على والديه ومن سعى على عياله ففى سبيل اللّٰه ومن سعى على نفسه ليعفها ففى سبيل اللّٰه ومن سعى على التكاثر فهو فى سبيل الشيطان)** جو شخص اپنے والدین اور اہل وعیال کی کفالت کیلئے جدو جہد کرتا ہے وہ بھی اللہ کے راستے میں ہوتا ہے، جو شخص اپنے نفس کی پاکیز گی اور عفت کیلئے کوشش کرتا ہے وہ بھی اللہ کے راستے میں ہوتا ہے جو مال کی زیادتی کیلئے کوشش کرتا ہے وہ شیطان کے راستے میں ہوتا ہے۔

اس سند کے رجال کی تحقیق کیلئے رسالہ ''**اَوَلَيْسَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ قُتِلَ**'' ملاحظہ کیا جائے۔

اس روایت کو ملاحظہ کیجئے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ان اصحاب رضی اللہ عنہم پر جو'' سبیل اللہ'' کو قتال کے ساتھ مخصوص قرار دے رہے ہیں کیسے رد کیا ہے؟

کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے امام طبرانیؒ نے الفاظ کی کچھ تبدیلی کے ساتھ اسی روایت کی تخریج کی ہے۔

بیہقیؒ نے سنن کبری میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے مانند روایت تخریج کی ہے۔

خطیب بغدادیؒ نے ''**كتاب المتفق والمفترق**'' کے حوالہ سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں:

ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ایک پہاڑ پر تھے۔ پھر ہم ایک وادی کی طرف آئے، وہاں ہم نے ایک نوجوان کو بکریاں چراتے ہوئے دیکھا، اس کی نوجوانی پر مجھے رشک ہوا، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ کون نوجوان ہوسکتا ہے کاش اس کی یہ نوجوانی اللہ کے راستے میں لگتی؟(**لو كان**

شبابه فی سبیل اللّٰه) آپ ﷺ نے فرمایا عمر رُک جاؤ! ہوسکتا ہے یہ اللہ کے راستے میں ہو، اور تم کو معلوم نہ ہو (**مه یا عمر فلعله فی بعض سبیل اللّٰه و انت لاتعلم**) فرماتے ہیں: پھر آنحضرت ﷺ نے اس نوجوان کو بلایا، فرمایا: اے نوجوان! کیا تمہارے اہل وعیال ہیں، اس نے کہا: ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: کون؟ اس نے کہا: میری ماں ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اے عمر! اگر تلوار کا شہید ہی شہید شمار ہوگا تو امت کے شہداء کی تعداد کم ہوجائے گی۔ پھر آپ ﷺ نے جل کر، گر کر، دیوار منہدم ہونے سے، پیٹ کی بیماری، ڈوب کر مرنے، جس کو بھیڑیا نے کھالیا ہو، اور اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھانے والوں کو شہداء میں شمار فرمایا۔

امام ترمذیؒ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے رویت نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (**من خرج فی طلب العلم فهو فی سبیل اللّٰه حتی یرجع**) جو شخص طلب علم کی غرض سے سفر کرے وہ بھی اللہ کے راستے میں ہے۔

علامہ مناویؒ نے مذکورہ روایت میں ''فی سبیل اللہ'' کی تشریح میں یوں کہا ہے: اس کا حکم جہاد کے حکم کے مانند ہے۔ چونکہ طلبِ علم سے دین زندہ ہوتا ہے۔ کیا ان احادیث کے موجود ہوتے ہوئے بھی کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ لفظ ''سبیل اللہ'' عام نہیں ہے؟

فی سبیل اللہ کے عام ہونے پر صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعینؒ کے آثار

اس بارے میں جب ہم صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعینؒ کے آثار کا تتبع کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ وہ بھی ''سبیل اللہ'' کے عام ہونے کے قائل تھے۔

امام مالکؒ نے ''مؤطا'' میں یحییٰ بن سعید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ملک شام کی جانب لشکر روانہ فرمایا: پھر آپ رضی اللہ عنہ یزید بن ابوسفیان جو اس علاقہ کے گورنر تھے ان کو روانہ کرنے کیلئے ساتھ چلنے لگے۔ یزید نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے شاید

یوں کہا: یا تو آپ سوار ہو جائیں یا میں اُتر جاتا ہوں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہ تو تم اترو گے اور نہ ہی میں سوار ہوں گا میں اپنے ان قدموں کو اللہ کے راستے میں شمار کرتا ہوں ''**انی احتسب خطای ھٰذہ فی سبیل اللّٰہ**'' پھر آپ ان لوگوں کو وصیت کرنے لگے۔

اس روایت پر غور کیجئے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جن کو انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے بڑا رتبہ حاصل ہے لشکر کی روانگی کے دوران جو قدم ان کے اٹھ رہے ہیں اسے فی سبیل اللہ شمار کر رہے ہیں۔

امام سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ اس طرح کی ایک دوسری روایت حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ ایک مرتبہ حج کے سفر پر تھے، بڑے بڑے وجیہ اور شریف لوگ ان کے باز و سوار ہوکر چل رہے تھے، ان سے کہا گیا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند! کیا آپ سوار نہیں ہوں گے؟ انہوں نے کہا: نہیں، چونکہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''**من اغبرّت قدماہ فی سبیل اللّٰہ تعالیٰ لم تمسّھما نار جھنّم**'' جس کے دونوں پیر اللہ کے راستے میں گرد آلود ہوں گے تو انہیں جہنم کی آگ نہ چھو سکے گی۔

یہ حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ جنہیں نوجوانانِ جنت کا سردار کہا گیا ہے یہ حج کیلئے سفر کرنے والے کو جہاد کیلئے جانے والے کے مانند قرار دے رہے ہیں، گویا خود امام حسن رضی اللہ عنہ ''سبیل اللہ'' کو عام قرار دے رہے ہیں، کیا ان کے متعلق بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے جہاد کی احادیث کو غیر محمل پر لا دا ہے، یا مطلق کو مقید کیا ہے، یا عام کی تخصیص کی ہے۔

دارمی نے حسن درجے کی سند سے نافع سے یہ روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں: ایک شخص ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، کہنے لگا ایک شخص نے مجھے یہ وصیت کی ہے اور اس نے اونٹ اللہ کے راستے میں دیا ہے (**وجعل ناقۃ فی سبیل اللّٰہ**) اور یہ جہاد کا زمانہ نہیں ہے، کیا میں اسے حج کیلئے

بطور سواری کے استعمال کرسکتا ہوں؟ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حج اور عمرہ یہ بھی اللہ کے راستے ہیں (**الحج و العمرة فی سبیل اللّٰہ**) .

ان تمام روایات کی تفصیلی اسنادات کیلئے رسالہ ''**أو لیس فی سبیل اللّٰہ الا من قتل**'' ملاحظہ ہو۔

امام بخاریؒ نے حسن عن ابی العجلان کی سند سے ایک روایت نقل کی ہے، جس میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول مذکور ہے: **یا بنیّ ! ان فی سبیل اللّٰہ کل عمل صالح** (اے میرے بیٹے! ہر نیک کام اللہ کا راستہ ہے)۔

یہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں جو ہمارے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نقش راہ ہیں، انہوں نے ''فی سبیل اللہ'' کو عام مانا ہے اسے قتال کے ساتھ مخصوص نہیں کیا ہے، چنانچہ انہوں نے تمام اُمور خیر لشکر کی روانگی، نماز جمعہ کیلئے آمد، حج وعمرہ بلکہ ہر نیک عمل کو فی سبیل اللہ شمار کیا ہے۔

تابعینؒ بھی فی سبیل اللہ کے عام ہونے کے قائل ہیں

امام مجاہدؒ سے مروی ہے کہ ان سے اس شخص سے متعلق دریافت کیا گیا جس نے یوں کہا: ''**کل شئی لی فی سبیل اللّٰہ**'' میری ہر چیز فی سبیل اللہ ہے، امام نے کہا '' **لیس سبیل اللّٰہ واحداً، کل خیر عملہ فھو فی سبیل اللّٰہ** ''(اللہ کا راستہ ایک نہیں، ہر عمل خیر اللہ کا راستہ ہے)۔

مجاہدؒ یہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے جلیل القدر تلامذہ میں سے ہیں جو فی سبیل اللہ کو عام قرار دے رہے ہیں۔

یزید بن مریم راوی ہیں، فرماتے ہیں کہ میری ملاقات عبایہ بن رفاعہ سے ہوئی، میں اس وقت جمعہ کیلئے جارہا تھا۔ انہوں یوں فرمایا: **ابشر فان خطاک ھذہ فی سبیل اللّٰہ** (تمہارے لئے بشارت ہو کہ تمہارے یہ قدم فی سبیل اللہ شمار ہوں گے)۔

یہ تابعینؒ ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم سے علوم قرآن وحدیث کو حاصل کیا ہے یہ بھی لفظ سبیل اللہ کو عام قرار دے رہے ہیں اور اس میں ہر طاعت اور عمل خیر کو شامل فرما رہے ہیں جس میں دعوتِ داعی اور طلب علم وغیرہ تمام اُمور داخل ہیں۔

قرآنی آیات اور آیاتِ فی سبیل اللہ کے عام ہونے پر مفسرین کے اقوال

پہلی بات یہ پیش نظر رہے کہ لفظ سبیل اللہ قرآن کریم میں متعدد افعال کے ساتھ ملحق ہوکر آیا ہے وہ افعال جن کے ساتھ سبیل اللہ ملحق ہوکر آیا ہے وہ گیارہ ہیں۔

(۱):الصد عن سبیل اللّٰہ — (۲):الاضلال عن سبیل اللّٰہ

(۳):الانفاق فی سبیل اللّٰہ — (۴):الاحصار فی سبیل اللّٰہ

(۵):الھجرۃ فی سبیل اللّٰہ — (۶):الجھاد فی سبیل اللّٰہ

(۷):الصدقۃ فی سبیل اللّٰہ — (۸):الضرب فی سبیل اللّٰہ

(۹):النفر فی سبیل اللّٰہ — (۱۰):الاصابۃ فی سبیل اللّٰہ

(۱۱) القتال فی سبیل اللّٰہ

۱. الصد عن سبیل اللّٰہ (اللہ کے راستے سے روکنا)

۱. فقدقال اللّٰہ تعالیٰ : یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر، وصد عن سبیل اللّٰہ .....الخ. (البقرۃ : ۲۱۷)

۲. قل یاھل الکتاب لم تصدون عن سبیل اللّٰہ من اٰمن .الخ . (آل عمران: ۹۹)

۳۔(النساء:۱۴۰) — ۴۔(الاعراف:۴۵)

۵۔(الاعراف:۸۶) — ۶۔(الانفال:۳۶)

۷۔(الانفال:۴۷)	۸۔(التوبۃ:۳۲)
۹۔(ھود:۱۹)	۱۰۔(ابراھیم:۳)
۱۱۔(النحل:۸۸)	۱۲۔(النحل:۹۴)
۱۳۔(الحج:۲۵)	۱۴۔(محمد:۱۰)
۱۵۔(محمد:۳۲)	۱۶۔(محمد:۲۳)
۱۷۔(المجادلۃ:۱۶)	۱۸۔(المنافقون:۲)

اس لفظ کے ساتھ یہ اٹھارہ آیتیں ہیں۔ یہ تمام آیات اعمالِ خیر کو شامل ہیں یہ قتال کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں۔

چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کا ارشاد: (**لم تصدون عن سبیل اللّٰہ**) **قال: ای :عن دین اللّٰہ** (یعنی اللہ کے دین سے)

قال ربیع والقتادۃ : ای: لم تصدون عن الاسلام وعن نبی اللّٰہ (اللہ اور اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے سے)

امام طبریؒ نے کہا ہے : **لم تصدون عن طریق اللّٰہ ومحجّتہ التی شرعھا لأنبیائہ و اولیائہ وأھل الایمان .** (کیوں تم لوگ اللہ کے راستے اور انبیاء علیہم السلام اولیاء کرامؒ اور اہل ایمان کیلئے اللہ کے مقرر کردہ طریق سے روکتے ہو؟)

دیگر مفسرین نے بھی اللہ کے دین سے روکنے کے معنی لکھے ہیں۔

۲۔اضلال عن سبیل اللّٰہ (اللہ کے راستے سے گمراہ کرنا)

۱۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: **وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللّٰہ ان یتبعون الا الظن ، وان ھم الا یخرصون**۔(الانعام:۱۱۶)

۲۔(الحج:۹) ۳۔(لقمان:۶) ۴۔(ص:۶)

ان تمام آیات میں لفظ سبیل اللہ عام ہے اور تمام اُمور خیر کو شامل ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: **یضلون عن سبیل اللّٰہ قال وعن دین اللّٰہ** (اللہ کے دین سے)

طبریؒ نے کہا ہے: (**یضلوک عن سبیل اللّٰہ**) : **یضلوک عن دین اللّٰہ** ''اللہ کے دین سے گمراہ کردیں گے''۔

۳۔ الانفاق فی سبیل اللّٰہ (اللہ کے راستے میں خرچ کرنا)

۱۔ مثل الذین ینفقون فی سبیل اللّٰہ کمثل حبة انبتت سبع .. ..الخ. (البقرۃ: ۲۶۱،۲۶۲)

۲۔(محمد:۳۸) ۳۔(الحدید:۱۰) ۴۔(التوبۃ:۳۴)

۵۔(البقرۃ:۱۹۵) ۶۔(انفال:۶۰)

یہ تمام آیتیں جہاد اور دیگر بھلائی اور خیر کے کاموں میں اموال کے صرف کرنے کیلئے عام ہیں۔

امام فخرالدین رازیؒ رقم طراز ہیں: یہ جان لو کہ انفاق: خیر کے مواقع میں اموال کے صرف کو کہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ بے خرچ کرنے والے کو (منفق) نہیں کہا جاتا، اگر انفاق فی سبیل اللہ کے ساتھ ملا کر آئے تو اس سے دین کے تمام راستے مراد ہوتے ہیں، چونکہ سبیل راستے کو کہتے ہیں ''سبیل اللہ'' اللہ کا راستہ اس کا دین ہے، اس میں تمام مواقعِ خیر میں خرچ مراد ہوگا، جس میں حج، عمرہ، جہاد بالنفس، کسی کو جہاد کیلئے تیار کرنا صلہ رحمی، صدقات، اہل وعیال پر خرچ، زکوۃ کفارات اور دیگر اُمور شامل ہوں گے۔

۴۔ الاحصار فی سبیل اللہ(اللہ کے راستے میں روکے جانا)

فقد قال اللّٰہ تعالیٰ :للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللّٰہ لایستطیعون ضرباً فی الارض . (البقرۃ:۲۷۳)

اس سے مفسرینؒ نے اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم مراد لیا ہے جنہوں نے اپنے آپ کو اللہ کی اطاعت اور حصول علم کیلئے وقف کر دیا تھا اوران کی تعداد چار سو کے قریب تھی ۔ابن عباس رضی اللہ عنہ اور مقاتلؒ نے بھی یہی کہا ہے۔

اس میں وہ تمام لوگ شامل ہوں گے جنہوں نے اطاعت خداوندی اوراعمال واشغال اور تحصیل علم کیلئے اپنے آپ کو وقف کر دیا ہو۔

۵۔ الهجرۃ فی سبیل اللہ(اللہ کے راستے میں ہجرت کرنا)

۱۔ ارشاد خداوندی ہے:

”ومن یهاجر فی سبیل اللّٰہ یجد فی الارض مراغما کثیرا وسعة“.....الخ . (النساء:۱۰۰)

۲۔(النساء:۸۹) ۳۔(الحج:۵۸) ۴۔(النور:۲۲)

اکثر محققینؒ نے ”**هجرۃ فی سبیل اللّٰہ**“ سے مراد منع کردہ چیزوں سے رک جانا اور مامورات کو اپنانا بتایا ہے۔

ہجرت کی چند قسمیں ہیں:

۱)۔ ہجرت الی المدینہ ابتدائے اسلام میں۔

۲)۔ دارالحرب میں اسلام لانے والے کی ہجرت۔

۳)۔ حرام کردہ چیزوں کا ترک کرنا۔

۴)۔ منافقین کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شرکت کرنا۔

۶۔ الجهاد فی سبیل الله (اللہ کے راستے میں مشقتیں اٹھانا)

ا۔ انما المؤمنون الذین اٰمنوا باللّٰہ ورسوله ثم لم یر تابوا و جٰهدوا بأموالهم وانفسهم فی سبیل الله اولٰئک هم الصٰدقون. (الحجرات:۱۵)

۲۔(الانفال:۷۲) ۳۔(الانفال:۷۴) ۴۔(التوبۃ:۱۹،۲۰)

۵۔(التوبۃ:۴۱) ۶۔(النساء:۹۰) ۷۔(المائدۃ:۵۴)

۸۔(التوبۃ:۸۱) ۹۔(الصّف:۱۰،۱۱)

امام قرطبیؒ سورۃ الحجرات مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں یوں رقم طراز ہیں:

"**وجاهدا باموالهم وانفسهم فی سبیل الله**"

یعنی انہوں نے اس کو سچ کر دکھایا، اس کے بارے میں شکوک میں مبتلا نہ ہوئے، یعنی جہاد اور دیگر اعمال کے ذریعہ اسے سچ کر دکھایا۔

ابو حیان اندلسیؒ نے اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں لکھا ہے:

"**یشمل جمیع الطاعات البدنیة والمالیة**". "یعنی تمام بدنی اور مالی عبادات کو یہ آیت جامع ہے"۔

امام بیضاویؒ اس آیت کے ذیل میں رقم طراز ہیں:

"**ای فی طاعته والمجاهدة بالأموال والأنفس تصلح للعبادات المالیة و البدنیة باسرها**" "یعنی یہ جہاد بالمال والنفس تمام مالی اور بدنی عبادات کو شامل ہے"

مذکورہ تمام آیتیں جہاد اور دیگر وجوہِ خیر اور بھلائی کے کاموں کو شامل ہیں۔ (ہر آیت کے تعلق

سے مفسرین کے اقوال معلوم کرنے کیلئے " أولیس فی سبیل اللّٰہ الامن قتل" رسالہ ملاحظہ ہو)

۷۔ الصدقة فی سبیل اللّٰہ (اللہ کے راستے میں صدقہ کرنا)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیھا والمؤلفة قلوبھم وفی الرقاب والغٰرمین وفی سبیل اللّٰہ وابن السبیل ، فریضة من اللّٰہ، واللّٰہ علیم حکیم . (التوبۃ: ۶۰)

اللہ عزوجل کے ارشاد "وفی سبیل اللہ" میں امام شافعیؒ اور ابو یوسفؒ اور جمہور علماءؒ کا اس پر اتفاق ہے کہ اس سبیل اللہ سے وہ مجاہدین مراد ہیں جو مصروفِ جہاد ہوں۔

۸۔ الضرب فی سبیل اللّٰہ (اللہ کے راستے میں سفر کرنا)

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: یأیھا الذین اٰمنوا اذا ضربتم فی سبیل اللّٰہ فتبینوا و لاتقولوا لمن القیٰ الیکم السلم لست مؤمنا...الخ. (النساء: ۹۴)

یہاں کلمہ سبیل اللہ سے جہاد بمعنی قتال ہے اس پر تمام ائمہ تفسیر متفق ہیں۔

جریر طبریؒ یوں فرماتے ہیں: "اذا ضربتم فی سبیل اللّٰہ". (یعنی دشمنوں سے جہاد کیلئے تم جب نکل پڑو)۔

۹۔ النفر فی سبیل اللّٰہ (اللہ کے راستے میں نکلنا)

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: یأیھا الذین اٰمنوا مالکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللّٰہ اثاقلتم الی الارض ....الخ. (التوبۃ: ۳۸)

اس آیت مبارکہ میں بھی النفر فی سبیل اللّٰہ سے جہاد بمعنی قتال کے مراد ہونے میں اکثر مفسرین متفق ہیں۔

۱۰۔ الاصابة فی سبیل اللّٰه (اللہ کے راستے میں زخمی ہونا)

ارشادخداوندی ہے: و کأین من نبی قٰتل معه ربیون کثیر،فما وهنوا لما اصابهم فی سبیل اللّٰه وما ضعفوا وماستکانوا واللّٰه یحب الصابرین. (آل عمران:۱۴۶)

اس آیت کی تفسیر اکثر مفسرین نے یہ کی ہے کہ " لما اصابهم فی سبیل اللّٰه"،یعنی تم کو جو بھی زخم لگے یا دوران قتال سختیاں اور پریشانیاں درپیش ہوئیں اور تمہارے کچھ ساتھی قتل ہو جائیں۔

جمال الدین قاسمی نے "مجالس التاویل " میں"وماضعفوا"کی تفسیر یوں لکھتے ہیں۔ یعنی" وہ لوگ جہاد یا دشمن یا دین کے بارے میں کمزور نہ ہوئے" انہوں نے سبیل اللہ کو عام مانا ہے۔

۱۱۔ القتال فی سبیل اللّٰه (اللہ کے راستے میں جنگ کرنا)

۱۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے : ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰه امواتا، بل احیاء ولکن لاتشعرون . (البقرة:۱۵۴)

۲۔(البقرة:۱۹۰) ۳۔(البقرة:۲۴۴) ۴۔(البقرة:۲۲۴)

۵۔آل عمران:۱۳) ۶۔(آل عمران:۱۵۷) ۷۔(آل عمران:۱۴۴،۱۶۷)

۸۔(آل عمران:۱۶۹) ۹۔(النساء:۷۴تا۷٦) ۱۰۔(النساء:۸۴)

۱۱۔(محمد:۴) ۱۲۔(المزمل:۲۰) ۱۳۔(التوبة:۱۱۱،۱۱۲)

یہ تمام آیتیں جہاد بالسیف (تلوار کا جہاد) سے متعلق ہیں،لیکن تیسری آیت"وقاتلوا فی سبیل اللّٰه" کے ذیل میں علامہ قرطبیؒ یوں فرماتے ہیں:"اس آیت میں امت محمدیہ سے قتال فی سبیل اللہ کے بارے میں جو خطاب ہے اس قتال میں جمہور کے قول کے مطابق اعلاء کلمہ کی نیت ہو اللہ کے راستے بہت سارے ہیں اور یہ سبیل اللہ عام ہے ارشاد خداوندی ہے: "قل هذه سبیلی" (یوسف:۱۰۸)"۔

امام مالکؒ کہتے ہیں: اللہ کے راستے بے شمار ہیں۔ ہر راستہ جس کے خلاف یا جس کی تائید میں

قتال کیا جائے ان میں اس سب سے اوّلین اورسب سے بڑا وہ دین اسلام ہے۔

ان آیات اور ائمہ مفسرین کی توضیح وتشریح کی روشنی میں یہ بات سمجھنے کی ہے کہ انہوں نے فی سبیل اللہ کے ان تمام آیات کو ان کے عموم پر محمول کیا ہے، کیا ان ائمہ کے تعلق سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے آیات کو عموم پر کیوں محمول کیا ہے؟ یا ان کے بارے میں کسی کو یہ کہنے کی جسارت ہو سکتی ہے کہ انہوں نے (نعوذ باللہ) آیات میں تحریف وتزویر کا ارتکاب کیا ہے؟۔

احادیث جہاد کے عام ہونے پر محدثینؒ کے اقوال

امام بخاریؒ نے عبایہ بن رفاعہ سے یہ روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں: میری ابوعبس سے ملاقات ہوئی میں جمعہ کی نماز کیلئے جا رہا تھا، فرمانے لگے میں حضور اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:(**من اغبرت قدماه فی سبیل الله حرمه الله علی النار**) جس شخص کے دونوں پیر اللہ کے راستے میں گرد آلود ہوں اس پر اللہ عز وجل جہنم کی آگ حرام کر دیتے ہیں۔امام بخاریؒ نے اور ترمذیؒ نے اس روایت کو جمعہ کیلئے جانے کی فضیلت کے تحت ذکر کیا ہے ایسے ہی بیہقیؒ اور منذریؒ نے بھی اس روایت کو اس باب میں ذکر کیا ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سبیل اللہ جہاد کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ ہر عمل خیر کو یہ لفظ شامل ہے۔ورنہ یہ ائمہ اس روایت کو جمعہ کیلئے جانے کی فضیلت میں کیوں ذکر کرتے؟

چنانچہ علامہ عینیؒ نے اس روایت کے ذیل میں لکھا ہے:

و مطابقته للترجمة ان الجمعة تدخل فی قوله فی سبیل الله .

اس حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جمعہ بھی سبیل اللہ میں داخل ہے اور جمعہ کا حکم بھی جہاد کے مانند ہے۔

یہی بات عسقلانیؒ نے فتح الباری میں کہی ہے۔

اگر لفظ فی سبیل اللہ کو عام نہیں مانا جاتا ہے اور اس کی عمومیت کو غلط ٹھہرایا جاتا ہے اور اس طرح

کی احادیث کوتمام اعمال خیر پرمحمول کرنے کواحادیث میں تحریف گردانا جاتا ہےتو نعوذ باللہ ان محدثین اورشارحین کوبھی محرفین احادیث میں سے ماننا پڑے گا۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب الامارہ کے جہاد اورخروج فی سبیل اللہ کی فضیلت کےتحت حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں آنحضرت ﷺ نے ارشادفرمایا:

''لایکلم احد فی سبیل اللّٰه، واللّٰه اعلم لمن یکلم فی سبیل اللّٰه الاجاء یوم القیامة وجرحه یثعب واللون لون دم ،والریح ریح مسک''.

''جس کسی کوبھی اللہ کے راستے میں زخم لگتا ہے،اللہ کے راستے میں زخم خوردہ کواللہ زیادہ جانتا ہے،قیامت کے دن وہ اس حالت میں آئے گا کہ اس کا زخم رس رہا ہوگا،رنگ خون کا ہوگا اورخوشبومشک کی ہوگی''۔

نوویؒ نے (شرح مسلم) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے ذیل میں یوں لکھا ہے: ''**واللّٰه اعلم بمن یکلم فی سبیل اللّٰه**'' اللہ کے راستے میں زخم خوردہ کواللہ زیادہ جانتا ہے۔ اس میں اس کی جانب اشارہ ہے کہ یہ ثواب اس شخص کو حاصل ہوگا جس کی نیت خالص ہواوراس نے محض اسلام کی سربلندی کیلئے قتال کیا ہو،علماء نے یوں کہا ہے: یہ فضیلت اگرچہ ظاہری اعتبار سے کفار سے قتال کے متعلق ہے،اس میں ہروہ شخص داخل ہے جو باغیوں،ڈاکوں سے قتال کیلئے چلا ہواور جو شخص امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کے فریضہ کی انجام دہی میں لگا ہوا ہو۔

یہ اوراس طرح کی دیگر روایات سبیل اللہ کے عام ہونے اوراس میں تمام وجوہ خیر کے شامل ہونے پر دلالت کرتی ہے۔اس کی مزید تفصیل رسالہ ''**اولیس فی سبیل اللّٰه الامن قتل**''. (مطبوعہ اتحاد بک ڈپو دیوبند) میں ملاحظہ کیا جائے۔

حضرت مولانا زکریا صاحبؒ ''فی سبیل اللہ'' کے لفظ کو ہر کار خیر میں شامل ہونے کے متعلق

آیات وروایات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''میرا مقصود اس تحریر کے نقل کرنے سے یہ ہے کہ جو لوگ خروج فی سبیل اللہ صرف جہاد معروف کے ساتھ مخصوص قرار دیتے ہیں ان کے لئے تنبیہ ہے کہ فی سبیل اللہ کا لفظ جہاد معروف کے ساتھ مخصوص نہیں، تفسیر مظہری میں ''**قل قتال فیه کبیر و صد عن سبیل اللّٰه**'' کی تفسیر میں لکھا ہے۔'' **عن الاسلام و الطاعات** '' اسی طرح سے کثرت سے تفسیر مذکور میں سبیل اللہ کی تفسیر طاعات اللہ سے کی گئی ہے، اس لئے طاعات سے جو لوگ روکنے والے ہوں ان پر تشدد میں بھی مضائقہ نہیں، اگر قدرت ہو اور کوئی فتنہ نہ ہو، تعجب اس پر ہے کہ ان اکابر ثلاثہ کے متبعین میں سے کسی کی طرف سے یہ مضمون سنتا ہوں کہ تبلیغ والے خروج فی سبیل اللہ میں جو جہاد کے ساتھ مخصوص ہے، **خروج للتبلیغ** کو شامل کرتے ہیں تو مجھے بڑی حیرت ہوتی ہے، بہر حال اس سیہ کار کے نزدیک تو خروج فی سبیل اللہ کی آیات واحادیث میں یہ لوگ اپنے تبلیغی اسفار کو داخل کریں تو نہ کوئی اس میں اشکال ہے نہ تردد ہے اور جہاں تک اس کوتاہ نظر کی معلومات کا حاصل ہے وہ مفسرینؒ کے کلام میں فی سبیل اللہ کا لفظ قتال کے ساتھ مخصوص نہیں پایا، اس لئے اہل تبلیغ کا ان آیات اور روایات سے **خروج للتبلیغ** جو فی سبیل اللہ کا اعلیٰ فرد ہے پر استدلال بے محل نہیں ہے۔

حضرت مولانا یونس صاحب جونپوریؒ، شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور اس حوالے سے فرماتے ہیں کہ: ''**فی سبیل اللّٰه** '' کے دو اطلاق ہیں:

ایک خاص جہاد اور یہی معنی عندالاطلاق متبادر ہوتے ہیں، اس لئے کہ اہل عرف نے عام طور پر اس میں استعمال کیا ہے، دوسرے ہر وہ کام جو اللہ کے لئے ہو، حضرت شیخ محدث دہلوی شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں:

''**وفی سبیل اللّٰه کنایة عن السعی الی الجهاد ، هو المتعارف فی الشرع، و قد یرادبه السعی الیٰ الحجوالرزق الحلال کذافی حاشیة الترمذی** ''

یہ دونوں استعمال حضرات محدثینؒ وفقہاء عظامؒ نے بھی کیا ہے امام بخاریؒ بخاری شریف کتاب الجمعہ (۱۲۴) میں ترجمہ منعقد کرتے ہیں۔ ''**باب المشی الی الجمعه**'' اس میں حدیث ذکر کرتے ہیں :''**من اغبرت قدماه فی سبیل اللّٰہ حرمه اللّٰه علی النار**''، بعض شراح نے اثبات ترجمۃ میں دوردارز کی تاویلیں کی ہیں لیکن بندہ کے نزدیک صحیح یہی ہے کہ بخاری نے فی سبیل اللہ کے لفظ سے استدلال کیا ہے، **کماصرح به العینیؒ**.

اوراس سے زیادہ قوی یہ ہے کہ خود صحابی نے فی سبیل اللہ کے مفہوم کو جہاد سے اعم سمجھا ہے، جیسا کہ بخاریؒ کی پوری روایت سے واضح ہے، حضرت ابوعبس عبدالرحمٰن بن جبیر نے فی سبیل اللہ کو جہاد سے عام مرادلیا ہے، اس لئے تو ''**مشی فی سبیل اللّٰه**'' کی فضیلت کے مقام میں اس حدیث سے استدلال کیا ہے ''**من اغبرت قدماه فی سبیل اللّٰه حرمه اللّٰه علی النار**''، پھرآگے فقہاء ومحدثین کی عبارتیں نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: جب فی سبیل اللہ کا اطلاق جہاد کے ماسوا پر ہوسکتا ہے تو پھراس عموم میں تبلیغی اسفار کو داخل ماننے میں بظاہر کوئی استبعاد نہیں جب کہ دونوں کی غرض اعلاء کلمۃ اللہ ہی ہے یعنی جہاد بالسنان اور تبلیغی اسفار جہاد باللسان والبیان، البتہ جوفضائل خاص طور سے جان فروشی اورسر کٹانے کے بارے میں وارد ہوئے ہیں اس میں ان اسفار کو داخل ماننا اشکال سے خالی نہیں۔ (تبلیغی جماعت اور کتب فضائل حقائق، غلط فھمیاں، ص:۱۰۴تا۱۱۹، ط، مکتبہ الاتحاد دیوبند، ہند)

جہاد فی سبیل اللہ یا مطلق فی سبیل اللہ کی آیات اوراحادیث کو دعوت وتبلیغ پرمحمول کرنا

سوال: عام طور پر تبلیغی حضرات جہاد فی سبیل اللہ یا مطلق فی سبیل اللہ کی آیات اوراحادیث کودعوت وتبلیغ پرمحمول کرتے ہیں کیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: تبلیغی حضرات کا جہاد فی سبیل اللہ یا مطلق فی سبیل اللہ کی آیات اور احادیث کو دعوت وتبلیغ پر محمول کرنا بالکل درست اور صحیح ہے، وجہ یہ ہے کہ محدثین حضرات نے بھی اس قسم کی روایات کو کار خیر پر محمول فرمایا ہیں، ہاں جہاد بمعنی قتال کی نفی جائز نہیں بلکہ وہ بھی اعلاء کلمۃ اللہ اور دشمنوں کی سرکوبی کا ایک اہم ذریعہ ہے، ملاحظہ ہو:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب قائم فرمایا ہے: **باب المشی الیٰ الجمعه**، اور اس کے تحت فی سبیل اللہ والی روایت ذکر فرمائی ہے جو کہ عامۃً کتاب الجہاد میں ذکر کی جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو:

قال یزید بن ابی مریم حدثنا عبایة بن رفاعة قال أدرکنی ابو عبس وانا أذهب الی الجمعة فقال سمعت رسول اللّٰهﷺ یقول: من اغبرت قدماه فی سبیل اللّٰه حرمه اللّٰه علی النار. (رواہ البخاری، ۱/۱۲۴/۸۹۷) یعنی سعی الی الجمعہ بھی فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔

نیز امام ترمذیؒ نے بھی یہ حدیث ذکر فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو:

عن یزید بن ابی مریم قال لحقنی عبایة بن رفاعة عن رافع وأنا ماش الی الجمعة فقال أبشر فان خطاک هذه فی سبیل اللّٰه سمعت أباعبس یقول قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من اغبرت قدماه فی سبیل اللّٰه فهما حرام علی النار. هذا حدیث حسن صحیح وابو عبس اسمه عبدالرحمٰن بن جبر. (رواہ الترمذی، ۲/۲۹۲)

وقال الشیخ فی اللمعات: والمراد بسبیل اللّٰه السعی الی الجهاد وهو المتعارف فی الشرع وقد یراد به السعی الی الحج والرزق الحلال. (حاشیۃ الترمذی للمحدث احمد علی السہانفوری، ۲/۲۹۲)

مرقات میں ہے:

(فی سبیل اللّٰہ) ھو الحقیقة کل سبیل یطلب فیه رضاہ، فیتناول سبیل طلب العلم وحضور صلوۃ جماعة وعیادةمریض وشهود جنازة ونحوها لکنه عند الاطلاق یحمل علی سبیل الجهاد وقیل یحمل علی سبیل الحج لخبر أن رجلاً جعل بعیراً فی سبیل اللّٰہ فأمرہ ﷺ أن یحمل علیه الحاج . (مرقات،۷/۲۷۱)

ملاعلی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فی سبیل اللہ کو ہر کارِ خیر پر محمول کیا ہے جو اللہ کی رضا مندی کے لئے ہو۔ دعوت وتبلیغ تو کارِ خیر کی اصل جڑ اور بنیاد ہے لہٰذا بدرجہ اولیٰ محمول کر سکتے ہیں۔

بدائع الصنائع میں ہے:

فی سبیل اللّٰہ عبارة عن جمیع القرب فیدخل فیه کل من سعی فی طاعة اللّٰہ وسبیل الخیرات. (بدائع الصنائع،۳/۱۵۴)

یعنی فی سبیل اللہ میں ہر وہ شخص داخل ہے جو اللہ کی اطاعت اور کارِ خیر میں سعی کرے۔

نیز امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''باب مسح الغبار عن الرأس فی سبیل اللّٰہ'' اور اس میں مسجد نبوی کی تعمیر کا واقعہ بیان فرمایا ملاحظہ ہو:

عن ابی سعید رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: کنا ننقل لبن المسجد لبنة لبنة وکان عمار ینقل لبنتین لبنتین فمر به النبی ﷺ ومسح عن رأسه الغبار فقال ویح عمار تقتله الفئة الباغیة . یعنی مسجد کی تعمیر کارِ خیر اور فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔

نیز نصوص میں بکثرت لفظِ جہاد قتال کے علاوہ استعمال کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہے بخاری شریف میں ہے:

عن زید بن خالد رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من جهز غازیاً فی سبیل اللّٰہ فقدغزا ومن خلف غازیافی سبیل اللّٰہ بخیر فقد غزا.(رواہ البخاری، ۱/۳۹۸)

قال عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه : شدوا الرحال فی الحج فانه أحد الجهادین. (بخاری، ۲۰۵/۱)

الـمجاهد من جاهد نفسه فی سبیل اللّٰہ. (رواه الترمذی، ۲۹۱/۱، باب ماجاء فی فضل من مات مرابطاً)

عـن عبـدالـلّٰـه بـن عـمرو قال: جاء رجل الی النبیﷺفاستأذنه فی الجهاد فقال أحی والدک قال: نعم قال: ففیهما فجاهد . (رواه البخاری، ۴۲۱/۱)

عـن عـائشة رضـی الـلّٰـه تـعـالیٰ عنها قالت : قلت یا رسول اللّٰہ علی النساء جهاد؟ قال نعم علیهن جهاد لاقتال فیه . (رواه ابن ماجة ، ص:۲۰۸)

ان تمام احادیث میں جہاد فی سبیل اللہ سے قتال مراد نہیں ہے بلکہ کبھی تو حج اور کبھی والدین کی خدمت کو جہاد فی سبیل اللہ فرمایا ہے۔

ہجرت کے سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب غارثور میں تشریف فرماتھے تو حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھانا پہنچاتی تھی، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو بھی غزوہ میں شامل فرمایا۔ ملاحظہ ہو بخاری شریف میں ہے:

بـاب حـمـل الـزاد فی الغزو :عن اسماء رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها قالت:صنعت سفرة رسـول الـلّٰـه فی بیت أبی بکر حین أراد أن یهاجر الی المدینة، قالت فلم نجد لسفرته ولسقائه مانربطهما به فقلت لأبی بکر واللّٰہ ماأجد شیئاً أربط الانطاقی، قال فشقیه باثنین فأربطی بواحد السقاء وبا لآخر السفرة ففعلت ذلک فلذا سمیت ذات النطاقین. (رواه البخاری، ۴۱۸/۱)

نیز آیت کریمہ: ”**والـذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا**“ . میں بھی جہاد سے قتال مراد

نہیں، کیونکہ یہ مکی سورت ہے۔

خلاصہ: ان تمام نصوص سے واضح ہوتا ہے کہ لفظ جہاد فی سبیل اللہ کارِ خیر میں مستعمل ہے اور ائمہ محدثین نے بھی استعمال فرمایا ہیں، لہٰذا تبلیغی حضرات جہاد فی سبیل اللہ کی نصوص کو دعوت الی اللہ کے لئے استعمال کریں تو کوئی حرج نہیں بالکل صحیح ہے، بلکہ دعوت الی اللہ کارِ خیر کی اصل بنیاد ہے ہاں جہاد فی سبیل اللہ کی ایک اعلیٰ قسم دشمنانِ اسلام کی سرکوبی (قتال) بھی ہے جس سے انکار کرنا حماقت ہے۔ واللہ اعلم۔

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: تبلیغی جماعت پر عمومی اعتراضات اوران کے مفصل جوابات ازحضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (فتاوی دارالعلوم زکریا، ج:۱، ص:۴۵۸ تا ۴۶۱)

کیا تبلیغ والوں پر جہاد وغیرہ کی فضیلت سے متعلق احادیث صادق آسکتی ہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حدیث میں آتا ہے کہ تھوڑی دیر دین کی فکر لے کر بیٹھنا اپنے گھر میں ستر یا اسی سال نفل نماز پڑھنے سے افضل ہے، یہ حدیث جماعتی لائن سے بیٹھنے پر صادق آسکتی ہے؟ نیز حدیث میں آتا ہے کہ اللہ کے راستہ میں چلنے سے جہنم کی آگ تو کیا اس کا دھواں بھی نہیں چھوسکتا۔ اس حدیث کا مصداق گشت والا عمل ہوسکتا ہے؟

جواب: چونکہ جماعتی لائن سے جو بیٹھتے ہیں وہ دین ہی کی فکر لے کر بیٹھتے ہیں، اس لئے سوال میں ذکر کردہ حدیث جماعتی لائن سے بیٹھنے پر صادق آنے میں کوئی اشکال نہیں ہے اور دوسری حدیث مذکور جہاد کی فضیلت سے متعلق ہے اور یہاں دو چیزیں ہیں، ایک تو یہ ہے کہ خدا کی راہ میں دشمنان اسلام سے قتال کرنا عامۃً اسی کو جہاد کہا جاتا ہے، اس کی فضیلتیں مستقل ہیں اور وہ بہت ہی اعلیٰ ہیں۔ دوسری چیز خدا کے دین کے لئے کوشش کرنا اگرچہ اس میں قتال کی نوبت نہ آئے قرآن وحدیث

کی تصریحات کے مطابق یہ بھی جہاد ہےلہٰذا حدیث مذکور کا مصداق گشت والاعمل ہوسکتا ہے۔(مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم،۴۴۵/۱، جدید ڈابھیل،۳۰۳/۴)

والجهادبكسر الجيم ، أصله لغة المشقة .....ويطلق أيضا على مجاهدة النفس، والشيطان، والفساق، فأمامجاهدة النفس، فعلى تعلم امور الدين، ثم على العمل بها، ثم على تعليمها، وأما مجاهدة الشيطان فعلى دفع مايأتى به من الشبهات وما يزينه من الشهوات...الخ. (فتح البارى، كتاب الجهاد والسير، مكتبه دار الريان التراث بيروت، ٥/٦،اشرفيه ديوبند ٣/٦)

حدثنى ابو صخرة ان سعيد المقبرى أخبره أنه سمع أبا هريرة يقول: انه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : من دخل مسجدنا هذا ليتعلم خيراً،أو يعلمه كان كالمجاهدفى سبيل الله الحديث. (صحيح ابن حبان ،ذكر التسوية بين طالب العلم ومعلمه وبين المجاهد فى سبيل الله ، دار الفكر ١١٠/١ ،رقم الحديث : ٨٧، المعجم الكبير للطبرانى ، دار احياء التراث العربى ، ١٧٥/٦ ،رقم : ٥٩١١)۔فقط واللہ اعلم

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵/شعبان ۱۴۲۱ھ

(فتاوی قاسمیہ، ج:۴،ص:۳۸۱ تا ۳۸۳، ط،مکتبہ اشرفیہ، ہند)

تبلیغی جماعت سے مولانا احتشام الحسن صاحب کا اختلاف

(جہاد فی سبیل اللہ کی تشریح)

سوال: مکرمی محترمی جناب حضرت قبلہ مفتی صاحب مدظلہ!

السلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ

واضح ہو کہ جناب کا تحریر کردہ ملفوف بنام جناب اشفاق الرحمٰن موصول ہوا اور احقر نے بھی اس کا مطالعہ کیا، بڑی مسرت ہوئی، مگر احقر کو کچھ اشکال تھا اس لئے یہ تحریر کرنے پر مجبور ہوا، آنجناب نے تحریر فرمایا ہے کہ ''تبلیغ والوں کا یہ کہنا بھی بجا اور درست ہے کہ یہ نبیوں والا کام ہے'' اور اس کی وجہ بھی جناب والا نے تحریر کی ہے۔

اول تو وہ حضرات اس توجیہ سے خالی ہیں بلکہ وہ حضرات اس کو حقیقت پر محمول کرتے ہیں، لیکن آپ نے حسنِ ظن رکھتے ہوئے توجیہ فرمائی ہے تو آپ ہی فرمائیں کیا ادنی مناسبت پر کلی حکم لگایا جاسکتا ہے؟ اگر زید گوشت آگ پر سینک کر کھائے اور کہے کہ یہ نبیوں والا کام ہے تو آیا یہ درست ہوگا اگرچہ یہ ایک بعید مثال ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ایک ہوتی ہے عقیدہ کی غلطی اور دوسری عملی غلطی، میں سمجھتا ہوں عملی غلطی بہتر ہے عقیدہ کی غلطی سے، یہ حضرات بے شک عملی غلطی کی اصلاح کرتے ہیں مگر اس میں عقیدہ کی غلطی ضرور پیدا ہو جاتی ہے جو زیادہ مضر ہے۔ اول یہ مستحب کو فرض سمجھتے ہیں، فضائل جہاد کو محمول کرتے ہیں فضائلِ تبلیغ پر۔ آپ کی توجیہ سے زیادہ سے زیادہ استحباب کا درجہ دیا جاسکتا ہے، مگر وہ حضرات اس کو سنتِ مؤکدہ کا درجہ دیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ تارکِ تبلیغ کو مبغوض اور تارکِ سنت کہتے، اگر یہ سنت ہے تو کیا تمام علمائے کرام خود زیادہ گنہ گار ہیں اور کیا انہوں نے کتمان علم کیا اور قیامت میں جواب دہ ہوں گے؟

احقر نے جمعہ ایڈیشن میں پڑھا تھا کہ:

حضرت مولانا محمد طیب صاحب نے فرمایا کہ بعض لوگ تبلیغ کے نام پر کچھ دین کا کام کر رہے ہیں، مگر وہ تبلیغ نہیں تحریف ہے۔ اور حضرت مولانا احتشام الحسن کاندھلوی نے فرمایا (جو حضرت مولانا الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ) کے خلیفہ ہیں: ''نظام الدین کی موجودہ تبلیغ نہ قرآن وحدیث کے موافق اور نہ علمائے حق اور حضرت مجددِ الف ثانی کے مسلک کے مطابق''۔

بلکہ آگے فرماتے ہیں:

بے انتہا اصولوں کے بعد جو کام مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بدعت حسنہ کی حیثیت رکھتا تھا اب بے انتہا بے اصولوں کے باوجود اس کو بدعت حسنہ بھی نہیں کہا جا سکتا ہے، نام کتاب'' بندگی کی صراط مستقیم''۔

امید کہ جناب بلا رورعایت کے جواب قرآن وحدیث کے موافق عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے۔ ''**قل الحق ولو کان مرا**''۔فقط۔والسلام۔

محتاج دعاء وخاکپائے بزرگان: مولوی محمد حارث دہلوی، خطیب مسجد املی والی نمبر:۱۰۴، گلی مسجد تہور خان، نیا بانس، شہر دہلی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

محترمی زید مجدکم!　　　　　　السلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ

آپ نے جس بے تکلفی سے اپنا اشکال تحریر فرمایا اس سے بہت مسرت ہوئی، دین کے جس کام یا جس مسئلہ میں بھی شبہ پیدا ہو، اس کو ضرور حل کر لینا چاہئے دل میں نہیں رکھنا چاہئے اگر نفس الامر میں وہ مسئلہ غلط چل رہا ہے تو اصلاح کی جائے گی، اگر اپنے سمجھنے میں غلطی ہے تو اس کی اصلاح ہو جائے گی یعنی غلط روی اور غلط فہمی دونوں ہی کی اصلاح ضروری ہے۔

احقر نے اس کام کو نبیوں والا کام قرار دینے کی جو توجیہ کی ہے اس پر آپ کا اشکال ہے ''گوشت آگ پر سینک کر کھانا بھی نبیوں والا کام ہے'' اس کا جواب بغیر رورعایت کے یہ ہے نبیوں نے دو قسم کے کام کئے ہیں: ایک وہ جو طبعی بشری تقاضہ کے تحت ہیں جیسے کھانا، پینا سونا، چلنا، بیٹھنا، خریدنا، فروخت کرنا وغیرہ کہ چاہے وحی آئے یا نہ آئے نبی غیر نبی اپنی اپنی ضرورت کے موافق یہ سب کام کرتے ہیں، ایسے کاموں کے متعلق تو نبیوں نے ان کے طریقوں کی اصلاح کی ہے، مثلاً فلاں فلاں چیز کا کھانا

پینا درست ہے اور فلاں فلاں چیز کا کھانا پینا درست نہیں ۔ نیز کھانے پینے کا طریقہ یہ ہے، فلاں فلاں چیز کی خرید وفروخت درست ہے اور فلاں فلاں چیز کی خرید وفروخت درست نہیں ، نیز خرید وفروخت کا طریقہ یہ ہے ۔ایسے کاموں کے کے متعلق یہ نہیں کہا جائے گا کہ نبی ان کاموں کے لئے بھیجے گئے ہیں کیونکہ یہ کام تو دنیا میں پہلے ہی سے ہو رہے ہیں اور سب لوگ کر رہے تھے خواہ نبی پر ایمان لائے یا نہ لائے ، ہاں نبیوں نے ایسے کاموں کے طرق وحدود کو متعین فرما دیا۔

دوسرے کام نبیوں نے وہ کئے جن کے لئے نبی اصالۃً مبعوث ہوئے ،انکا خلاصہ اجمالی اور کلی طور پر یہی ہے کہ بندوں کو بندگی کی زندگی سکھائی جائے ،جس کی بنیاد توحید ورسالت پر ہے یعنی کلمہ طیبہ اس کے الفاظ سکھائے جائیں ۔مطلب بتایا جائے ،مطالبہ سمجھایا جائے مطالبہ میں ،نماز ، ذکر ،علم ،اکرام مسلم ،تصحیح نیت ،تفریغِ وقت سب چیزیں آ جائیں گی ،ان پر پابندی اصول کے ساتھ محنت کی جائے تو دین کا ہر ہر دروازہ کھلتا چلا جائے گا اور عملی مشق ہوتی چلی جائیگی ، یہاں تک کہ پورے دین کے ساتھ تعلق قوی ہو جائے گا اور جس قدر بھی دنیا میں یہ جماعتیں دین کو لے کر نکلیں گی ان کا دین پختہ ہوگا اور دوسروں تک دین کی اشاعت ہو کر کار نبوت پورا ہوگا۔ درحقیقت اسی کام کے لئے انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت ہوئی اور یہی نبیوں والا کام ہے، باقی کام ضمناً وطبعاً عمل میں آئے۔حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کی خود ہی وضاحت فرمادی ہے۔چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

’’ہماری جماعت کا اصل مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین پورا پورا سکھا دیں ، یہ تو ہمارا اصل مقصد ہے ، رہی قافلوں کی چلت پھرت تو یہ اس مقصد کیلئے ابتدائی ذریعہ ہے اور کلمہ ،نماز کی تلقین گویا ہمارے پورے نصاب کی الف ، ب ، ت ہے‘‘۔

مثال کے طور پر سمجھئے کہ ایک طالب علم مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے آتا ہے تو کہا جائے گا کہ اس کا مقصد تحصیلِ علم ہے، اگرچہ وہ کھانا ، پینا سونا ، جاگنا ،سب ہی کام کرتا ہے مگر اس کا سفر

اور مدرسہ میں قیام اس کاموں کے لئے نہیں ، یہ کام تو وہ پہلے بھی کرتا تھا اور ہر جگہ کرتا تھا اور جو لوگ مدرسہ میں داخل نہیں وہ بھی یہ کام کرتے ہیں، لہٰذا اس کا اصل کام جس کیلئے مدرسہ آیا ہے پڑھنا ہے۔

تنبیہ: اس مقصدِ عظیم (تبلیغ) نبیوں والے کام کے لئے بڑی اہلیت اور بڑے اوصافِ جلیلہ کی ضرورت ہے، ورنہ نااہلیت اور پست اوصاف کی وجہ سے یہ کام نظروں سے گر جائے گا، اسی لئے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب اس کام کی ابتداء میوات کے غیر تعلیم یافتہ طبقہ سے کی تو ان کو یہ ذہن نشین کرایا کہ ’’دین سیکھنے کیلئے چلو‘‘۔ اپنے اپنے مکانات پر رہتے ہوئے شب وروز کے مسائل، کھیتی، لڑائی، چوری اور دیگر جرائم کیوجہ سے نہ ذہنوں میں دین سیکھنے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے، نہ اس کے اسباب موجود ہیں، لہٰذا وقت کو فارغ کرکے اپنے کھانے کے سامان لیکر چلوں کے لئے نکلو۔ ایک چلہ گذار کر واپسی پر ان میں اتنا تغیر ہوگیا کہ کسی کا ایک پارہ ہوگیا، کسی نے نماز سیکھ لی، کسی کو استنجاء وضوء کا صحیح طریقہ آگیا، کسی کو ستر ڈھانکنے کا اہتمام ہوگیا، کسی کو مسجد میں داخل ہونے نکلنے اور دیگر اوقات کی کچھ دعائیں یاد ہوگئیں، کسی نے گالی دینا چھوڑ دیا، کسی نے شراب اور کسی نے دوسری برائیوں سے توبہ کرلی۔ **الی غیر ذلک.**

پھر دوسرے چلہ میں اور تغیر ہوا، غرض حسب استعداد وطلب دین سیکھنے گئے اور اصلاح ہوتی گئی اور کارِ نبوت انجام پاتا گیا، اس اعتبار سے یہ تمرین بھی ہے۔

اصول کی پابندی نہ کرنے اور اپنی حد سے بڑھ کر تقریر کرنے سے خرابیاں بھی پیدا ہوتی ہیں، اور بعضوں کے ذہن میں یہ بھی آجاتا ہے کہ اصل کام تو ہمارا ہی ہے باقی دوسرے طریقوں پر، مدارس، خانقاہیں، وعظ وتذکیر، تصنیف وغیرہ کے ذریعہ جو دینی کام کیا جاتا ہے اس کو وہ لوگ معمولی کام بلکہ نااہل تو حقیر کام سمجھنے لگتے ہیں، یہ ان کی غلطی اور فتنہ کی چیز ہے اہل علم ودانش کو ان کی نگرانی اور اصلاح ضروری ہے ورنہ یہ فتنہ متعدی ہوجائے گا۔

حضرت مولانا احتشام الحسن صاحب رحمہ اللہ کے متعلق اتنا عرض ہے کہ یہ تبلیغ کے ''چھ نمبر'' ان کے ہی قلم سے لکھے گئے ہیں اور دیر تک وہ خود بھی اس کام کو بہت جدوجہد سے کرتے رہے۔ انہوں نے ایک کتاب لکھی: ''مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج'' اس پر اکابر کے دستخط کرائے، اس میں بھی اس کام کو بہت سراہا اور اس پر لوگوں کو ابھارا۔ حضرت مولانا یوسف صاحب کے انتقال کے بعد جو ان کی سوانح لکھی گئی اس پر مولانا نے مقدمہ لکھا اور اس کام کی تعریف لکھی۔

مولانا نے ''بندگی کی صراط مستقیم'' لکھی اور چھپنے سے پہلے مجھے بھی دکھلائی، پھر میرے دیکھنے کے بعد جب وہ چھپ کر آئی تو اس کے اخیر میں ''نہایت ضروری انتباہ'' کو لوگوں نے پڑھا اور میرے پاس خطوط آئے کہ میرے نزدیک کیا یہ تبلیغ ملت کی تباہی اور بربادی کا سبب ہے اور کیا یہ قرآن وحدیث اور طریقہ سلف کے موافق نہیں وغیرہ وغیرہ، تب میں نے بھی ایک نسخہ منگا کر اس کو پڑھا اور حیرت میں پڑ گیا کہ یا اللہ! اس خطرناک بات کو میری طرف منسوب کیا جا رہا ہے، یہ ہوسکتا ہے کہ چالیس بیالیس سال کے بعد مولانا موصوف کی رائے بدل گئی ہو اور جس چیز کو انہوں نے مسلمانوں کے حق میں علاج تجویز کیا تھا اور اس پر قرآن کریم اور حدیث شریف اور عمل اسلاف سے قوی دلائل پیش کئے تھے اور اس کو وہ اپنے لئے بہت مایہ ناز فخر تصور کرتے تھے، آج وہ چیز تباہی اور بربادی بن گئی ہو، یا انہوں نے اپنی پہلی رائے کو غلط سمجھا ہو اور آج محسوس ہوا ہو کہ جس چیز کو علاج بنا کر پیش کیا تھا اور اس پر اکابر کی تصدیق بھی تھی وہ تباہی اور بربادی تھی اور جن آیات اور احادیث کو بطور دلیل پیش کیا تھا ان کے متعلق بھی آج ان کو محسوس ہوا ہو کہ ان کا مطلب وہ غلط سمجھتے تھے اور اب صحیح سمجھتے ہیں۔

غرض! اللہ ہی کے علم میں ہے کہ اصل حقیقت کیا ہے، تاہم میں نے ان کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ برائے خدا دو لفظ لکھ کر مجھے دیدیجئے کہ محمود کی رائے اصل کتاب کے بارے میں تو موافق ہے، مگر نہایت ضروری انتباہ کے ذیل میں جو تبلیغی کام کو ملت کی تباہی کا ذریعہ بتایا گیا ہے یہ مضمون محمود نے

نہیں دیکھا بلکہ یہ اضافہ بعد میں کیا گیا ہے، اس کی رائے اس سے متفق نہیں، مگر مولانا اس کے لئے آمادہ نہیں ہوئے، کئی بار خط لکھا، مگر مولانا نے درخواست منظور نہیں فرمائی اور آخیر میں میں نے اپنا وہ خط شائع کر دیا جو ان کی خدمت میں لکھا تھا اور اس میں قدرے تفصیل بھی تھی۔

ادھر حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے ان کی خدمت میں مدرسہ کے مبلغ مولانا ارشاد احمد صاحب کو بھیجا کہ اس غلط نسبت سے عوام میں غلط فہمی پھیلے گی، میری طرف اس کی نسبت نہیں ہونی چاہئے مگر مولانا احتشام الحسن صاحب نے اس غلط فہمی کے زائل کرنے کے لیے کوئی تحریر شائع نہیں فرمائی، حالانکہ اس وقت جہاں جہاں وہ کتاب ''بندگی کی صراط مستقیم'' پہونچی اور خوب پہونچی اس کی وجہ سے بہت فتنے پیدا ہوئے، بعض جگہ کشیدگی کی نوبت بھی آئی، مولانا کے پاس بھی ان کے قدیم احباب متعارفین: مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب، مولانا منظور احمد نعمانی، مولانا جمیل احمد حیدرآبادی، مولانا عامر انصاری وغیرہ کے خطوط آئے، حتیٰ کہ حجاز مقدس سے مولانا کے خاندانی عزیز مولانا سلیم صاحب مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ معظّمہ کے پاس سے تو بہت سخت قسم کا خط آیا جس نے مولانا کے نفسیات کو بہت کھول کر رکھدیا (وہ خاندانی عزیز اور بے تکلف ہیں ان کو حق ہوگا) سب نے ہی مولانا کی اس تحریر کو نامناسب، مضر، غلط قرار دیا اور مشورہ دیا کہ آپ اس سے رجوع کر لیں۔

میں نے اپنا خط شائع کرنے کیلئے کانپور بھیجا، وہاں اس کے ساتھ چند اکابر کے خطوط بھی شائع کر دیئے گئے، جس سے تبلیغ کے متعلق ان کا نظریہ معلوم ہوتا ہے اور ان سب کو ایک رسالہ کتابچہ کی شکل میں دے کر ایک پیش لفظ بھی ناشر نے لکھدیا، اس میں مولانا احتشام الحسن صاحب کے متعلق بعض ایسے لفظ بھی آ گئے جن سے مجھے دکھ ہوا، میں نہیں چاہتا تھا کہ مولانا کے احترام کے خلاف ایسے گرے پڑے الفاظ استعمال کئے جائیں، ان کی رائے اگر بدل گئی اور مجھے اس سے اتفاق نہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان سے لڑائی کی جائے، یا ان کا احترام نہ کیا جائے۔ وہ کتابچہ بھی آپ کی خدمت میں ارسال ہے،

آئندہ بھی جو اصلاحی مشورہ دیں گے، شکر گزار رہوں گا۔

ہاں ! ایک بات رہ گئی وہ یہ کہ فضائل جہاد کی حدیثوں کو تبلیغ پر چسپاں کیا جاتا ہے تو یہ بات صحیح ہے اور اس کی وجہ جو عام فہم ہے وہ یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں ہیں: ایک تو یہ ہے خدا کی راہ میں دشمنان اسلام سے قتال کرنا عامۃً اسی کو جہاد کہا جاتا ہے اس کی فضیلتیں مستقل ہیں اور وہ بہت ہی اعلیٰ ہیں۔

دوسری چیز ہے خدا کے دین کیلئے کوشش کرنا اگر چہ اس میں قتال کی نوبت نہ آئے، قرآن کریم اور حدیث شریف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی جہاد ہے، چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ امور دین کا علم حاصل کرنا (پڑھنا) تعلیم دین (پڑھانا) امر بالمعروف نہی عن المنکر سب جہاد ہے۔ اسی طرح دینی کتابیں تصنیف کرنا، مسائل بتانا، مخالفین کے اعتراضات کا جواب دینا، ان سے مناظرہ کرنا بھی سب جہاد ہے، حتیٰ کہ امام نوویؒ نے غالباً تیرہ قسمیں جہاد کی لکھی ہیں۔

قرآن کریم میں ہے: "**یا أیها النبی جاهد الکفار والمنافقین**". اس آیت میں کفار اور منافقین سے جہاد کا حکم دیا گیا ہے مگر منافقین سے جہاد بالسیف کی نوبت نہیں آئی، دوسری جگہ ارشاد ہے: "**والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا**". یہاں بھی قتال بالسیف مراد نہیں، نیز "**خروج فی سبیل اللّٰہ**" کا لفظ بھی قتال بالسیف کے ساتھ مخصوص نہیں۔

حضرت امام بخاری نے کتاب الجہاد، ص: ۳۹۴ میں حدیث نقل کی ہے "**ما اغبرت قدماعبد فی سبیل اللّٰہ فتمسه النار الخ**" اور اسی مضمون کی حدیث کتاب الجمعہ، ص: ۱۲۴ میں بیان کیا ہے،: "**من اغبرت قدماه فی سبیل اللّٰہ حرمه اللّٰہ علی النار**". اس سے معلوم ہوا کہ جہاد کو قتال بالسیف کے ساتھ مخصوص کرنا درست نہیں ہے۔

دوسرے غور کیا جائے کہ قتال سے مقصودِ اصلی خون ریزی نہیں بلکہ دین کا فروغ مقصود ہے

اورقتال بالسیف کی وہاں نوبت پیش آتی ہے جہاں دین کے فروغ میں ایسی رکاوٹ پیش آجائے جو بغیر قتال بالسیف کے دور نہ ہو سکے، اسی لئے ابتداء دین کی دعوت دیجائے، اگر وہ قبول ہو جائے تو سیف کی ضرورت نہیں۔ اگر دعوت قبول نہ ہو تو پھر جزیہ کا حکم ہے، اگر اس کو منظور کرلیا جائے تب بھی سیف کی ضرورت نہیں ورنہ مجبوراً اتنی مقدار میں سیف کی ضرورت ہے کہ رکاوٹ دور ہو اور اصل مقصود (فروغ دین) حاصل ہو جائے۔ جو اجر وثواب وسیلہ پر ہے اس سے زیادہ ثواب اصل مقصود پر ہونا بالکل ظاہر ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔حررہ العبد محمود غفی عنہ۔(فتاوی محمودیہ، ج:۴،ص:۳۰۳ تا ۳۱۲)

تبلیغی جماعت کے متعلق حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی مدظلہ کا مکتوب گرامی مولانا احتشام الحسن کاندھلوی کے نام

مکرم ومحترم زیدت مکارمکم ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے مزاج گرامی بعافیت ہوگا.... باعث تحریر آنکہ آپ کا رسالہ ''بندگی کی صراط مستقیم'' ملا، چھپنے سے پہلے بھی اس کا مطالعہ کیا تھا اور آپ کے دیگر رسائل کی طرح اس کو بحیثیت مجموعی نافع سمجھا تھا، اختتامی دستخط کے بعد جہاں تک میں نے دیکھا تھا، اب بطور ضمیمہ بعنوان ''نہایت ضروری انتباہ'' اضافہ کر کے اس کو شائع کیا گیا ہے، اس میں میرا نام بطور گواہ تصدیق پیش کیا گیا جس سے یہ غلط فہمی پیدا ہوسکتی ہے کہ مجھے اس ضمیمہ سے بھی اتفاق ہے، حالانکہ نہ میں نے اس کو دیکھا تھا، نہ اس وقت تک اس کو لکھا گیا تھا، نہ مجھے اس سے اتفاق ہے اس لئے اسی کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ نے جس نہج پر نظام الدین سے تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا تھا اس سے تو آپ کو پورا اتفاق ہے کیونکہ بقول خود آپ اس کے روح رواں تھے اور آپ کے خیال میں آپ کے اب تک کے رسائل سے موجودہ تبلیغ کی حمایت مقصود نہیں اور آپ کے نزدیک حضرت کے وقت میں وہ تبلیغ بدعت حسنہ کے درجہ میں تھی اور اب اس میں منکرات شامل ہیں اور یہ ایک غلط چیز ہے جو

دین کے نام پر پھیل رہی ہے اور اس کی وجہ سے ملت تباہی و بربادی میں مبتلا ہو رہی ہے اس لئے اب یہ بدعت حسنہ بھی نہیں (جس کا ماحصل یہ ہے کہ یہ بدعت سیئہ اور بدعت ضلالت ہے)۔اب جو علماء تبلیغ میں شریک ہیں ان کی ذمہ داری ہے کہ اس کو قرآن وحدیث، ائمہ سلف اور علمائے حق کے مطابق کریں (جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ تبلیغ نہ قرآن کے مطابق ہے، نہ حدیث کے، نہ ائمہ سلف کے، نہ علماء حق کے)۔

آپ نے مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کا نام بھی لکھا ہے کہ ان کو یہ رسالہ دیکھنے اور تصدیق کرنے کیلئے بھیجا اور آپ نے ان سے بھی اس کی صحت کا اطمینان کرلیا حالانکہ مولانا موصوف نے سہارنپور کے بڑے تبلیغی اجتماع میں کئی گھنٹے تقریر فرمائی اور اس موجودہ تبلیغ کے جملہ اصول کو قرآن پاک وحدیث شریف سے مؤید ومؤکد فرمایا۔اب قریب ہی مظفر نگر کے اجتماع میں انہوں نے شرکت اور تقریر فرمائی اور یہاں دیوبند کے مقامی اجتماعات میں بھی شرکت فرماتے رہتے ہیں اور نظام الدین جانے کی ترغیب بھی دیتے ہیں اور خود اپنی خواہش بھی ظاہر فرمائی، جن لوگوں نے حضرت مہتمم صاحب کی براہ راست تقریر سنی اور سنتے رہتے ہیں وہ آپ کے رسالہ کا یہ ضمیمہ دیکھ کر کیا رائے قائم کریں گے؟

آپ اس تبلیغ کو قرآن پاک اور حدیث شریف کے خلاف فرما کر اس کو ملت کی تباہی کا ذریعہ تحریر فرما رہے ہیں اور حضرت مہتمم صاحب سے اپنے رسالہ کی صحت کا اطمینان بھی کر چکے ہیں، اگر حضرت مہتمم صاحب اس کو قرآن پاک اور حدیث شریف کے موافق بیشمار رحمتوں کے نزول کا باعث اور آفات وبلیات سے حفاظت کا ذریعہ قرار دے رہے ہیں تو پھر اس کی جوز دفطرۃً پڑنی چاہئے وہ پڑے گی۔آپ نے واضح طور پر یہ نہیں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ کی وفات کے کتنے عرصہ بعد یہ تبلیغ بدعت حسنہ کی حد سے خارج ہو کر بدعت ضلالت اور ملت کی تباہی کا ذریعہ بن گئی تھی، کیا متصلاً ہی ایسا ہوا۔

خدانکردہ یہ ایسی بات نہ ہو جیسی ایک گروہ کہتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے

بعد ہی چند اہل بیت کے سوا سب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین صراط مستقیم سے ہٹ گئے اور گمراہی میں مبتلا ہو گئے تھے (نعوذ باللہ) لیکن وہاں تو منشاء یہ تھا کہ وہ گروہ خلافت کو بزعم خود حق اہل بیت تصور کرتا تھا اور جن کو بمشورۂ ارباب حل وعقد خلیفہ بنایا گیا اور باجماع خلیفہ تسلیم کیا گیا ان کو معاذ اللہ غاصب کہتا تھا مگر یہاں کا تو معاملہ برعکس ہے۔

میں اب تک یہی سمجھتا رہا کہ خرابی صحت کی وجہ سے آپ نے کاندھلہ مستقل قیام فرمایا اور نظام الدین کا قیام ترک کر دیا اور اسی وجہ سے تبلیغی کام میں حصہ نہیں لے سکتے مگر اس ضمیمہ سے معلوم ہوا کہ حصہ نہ لینے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے نزدیک یہ تبلیغ دینی کام نہیں بلکہ مخرب دین ہے، مگر تعجب ہے کہ جس کام سے آپ کو گہرا تعلق تھا اور جس پر آپ نے محنت بھی کی تھی اس کو خراب ہوتے اور اجڑتے ہوئے بیسیوں برس صبر وسکون سے کیسے دیکھتے رہے اور کوئی تحریر اس کے خلاف شائع نہیں کی اور لطف یہ کہ قوم آپ کے رسائل کو اس کا مؤید سمجھتی رہی۔

کام میں اگر خرابی آئی تھی تو اس کی اصلاح کچھ دشوار نہیں تھی، حضرت اقدس رائے پوری قدس سرہ، حضرت حافظ فخر الدین صاحب، حضرت مولانا ظفر احمد صاحب مدظلہ، حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کے متحدہ مشورہ سے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہ کو اس کام کا ذمہ دار بنایا گیا تھا، یہ سب حضرات ان پر مطمئن تھے اور ان کی فطری صلاحیتوں سے واقف تھے اور وہ مرحوم اپنے علوِ مرتبت کے باوجود عمر و رشتہ کے اعتبار سے آپ کے خورد بلکہ آپ کے پروردہ تھے، ان پر آپ کا حق تھا، فہمائش سے کام نہ چلتا تو آپ قوت کے ساتھ بھی کہہ سکتے تھے اور وہ اپنی غایت سعادت اور مرتبہ کی رعایت کے پیش نظر آپ کی بات کو ہرگز ناقابل التفات نہ قرار دیتے بلکہ اس پر غور فرماتے اور دلائل کی روشنی میں جو چیز قابل اصلاح سمجھتے وہ ضرور اصلاح فرما لیتے، وہ تو مشورہ کے بہت عادی تھے، معمولی معمولی آدمیوں کے مشورہ کی بھی بہت قدر فرمایا کرتے تھے، کام سے تعلق رکھنے والے خاص کر نظام

الدین کے حاضر باش سب ہی اس چیز سے واقف ہیں کہ ”**أمرهم شوریٰ بینهم**“ پر کس مضبوطی سے عامل تھے؟

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ کے وقت سے برابر یہ طرز چلا آرہا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم سے مشورہ ہوتا ہے اور اسی سابق طرز پر اجتماعات، تعلیمی حلقے، علمی مذاکرے، تشکیلیں، شب گزاری، جماعتوں کی چلت پھرت وغیرہ سب اجزاء اسی طرح جارہی ہیں۔ اصل کام کرنے والے بڑی تعداد میں وہی ہیں جن اکابر کے مشورہ سے ان کے سر ذمہ داری عائد ہوتی تھی، ان کے علاوہ حضرت مدنیؒ، مفتی کفایت اللہ صاحبؒ، حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ وغیرہ بھی برابر تائید ونصرت فرماتے رہے، کسی کو خیال نہ آیا کہ دین کے نام پر غلط چیز پھیل رہی ہے اور اس سے ملت تباہ وبرباد ہورہی ہے، کیا یہ سارے حضرات قرآن وحدیث اور سارے دین سے ناآشنا اور باخبر تھے؟ پھر بھی آپ نے کبھی ان کو متنبہ نہیں کیا حالانکہ یہ خود آپ بھی اکابر تھے، آپ کی بڑی ذمہ داری تھی کہ اگر یہ سب اکابر غلط چیز کی تائید فرمارہے تھے تو آپ ان کو متنبہ فرماتے، آپ کے دو بھائی اس میں پوری قوت سے لگے ہوئے ہیں ان کا بھی آپ کے ذمہ حق تھا۔

غرض! آپ کا علمی خاندان، نسبتی خاندان......... جن میں آپ کے بڑے بھی ہیں اور چھوٹے بھی ہیں یہ سب ہی آپ کے نزدیک غلط راستہ پر چلتے رہے اور غلط چیز کو دین کے نام پر پھیلاتے اور اس کی تائید ونصرت کرتے رہے مگر آپ نے ان کو توجہ نہ دلائی، اگر آپ ان کو توجہ دلاتے اور اپنی بات کو دلائل کے ساتھ پیش کرتے اور وہ بات ان کے نزدیک صحیح ہوتی تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ قادیانیت، خاکساریت، مودودیت رضاخانیت کی طرح اس کی بھی تردید نہ فرماتے، اب سب حضرات کے ایک طرف ہونے اور آپ کے دوسری طرف ہونے سے شبہ ہوتا ہے کہ کبھی معاملہ برعکس ہو۔

غرض! آپ کی تحریر سے سخت حیرت ہے کہ اساتذہ متحد، مشائخ متحد، مشرب متحد، مذہب متحد،

تربیت متحد پھر بھی آپ ان سب سے بعید۔

تبلیغی کام کسی خاص طبقہ کی ہی اصلاح کا ذریعہ نہیں بلکہ تمام دین کے احیاء اور تمام مسلمانوں کی اصلاح اور پختگی کا ذریعہ ہے اور دائرہ اسلام کی بیش از بیش وسعت کا ذریعہ ہے اور دیگر اقوام کے مطالعہ کا ذریعہ ہے کہ جو غلط چیزیں غلط ماحول اور جہالت کی وجہ سے لوگوں میں پھیل گئی ہیں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، چونکہ یہ کام بہت عمومی حیثیت رکھتا ہے ہر قسم کے آدمی اس میں آتے اور کام کرتے ہیں اور ہر ایک کی اصلاح اس کے حوصلہ کے موافق ہوتی ہے، اس لئے بے علم اور باعلم، ذہین اور غبی، نئے اور پرانے، تجربہ کار اور بے تجربہ کار، متقی اور غیر متقی، ذاکر اور غافل، نستعلیق اور شکستہ، شہری اور دیہاتی، شستہ زبان اور اکھڑا، سب کو تنقید کرتے وقت ایک معیار پر جا پہنچانا اور ایک وزن سے تولنا صحیح نہیں بلکہ اصولاً غلط ہے، کسی سے اگر کوتاہی ہو جائے تو اس کو اصول نہیں قرار دیا جاسکتا بلکہ اصلاح کی طرف متوجہ کیا جائے گا۔

آپ کی اس تحریر سے انشاء اللہ کام کرنے والوں کے بددل ہو جانے کا اندیشہ تو نہیں، کیونکہ ان میں جو اہل علم ہیں وہ دلائل حقہ کی روشنی میں علی وجہ البصیرت کام کر رہے ہیں، آپ کی مجمل تحریر سے ان کے دلائل میں اضمحلال پیدا نہیں ہوگا اور جو بے علم ہیں وہ اپنی عملی اور اخلاقی حالت کو بہتر سے بہتر ترقی پر دیکھتے ہیں اور ان کے ایمان میں قوت پیدا ہوتی ہے جس سے یقین میں پختگی آتی ہے اور اللہ پاک کی رحمتیں ان پر نازل ہوتی ہیں، بے علم ہونے کے باوجود ان کو یہ چیزیں روزانہ زیادہ سے زیادہ اس کام پر مستعد کرتی ہیں۔

لیکن یہ اندیشہ ضرور ہے کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ نے جس کام کی خاطر زندگی قربان کر دی ہے اور اپنے زمانہ کے اکابر، عرفاء، اہل نسبت، اہل علم حضرات سے اس کی صحت وحقانیت اور مقبولیت کو تسلیم کرا لیا اور اس کو حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نوراللہ مرقدہ کے سپرد فرمایا،

اس کے متعلق جب یہ رائے قائم کی جائے کہ یہ دین کے نام پر ایک غلط چیز پھیل رہی ہے اور اس سے ملت تباہی اور بربادی میں مبتلا ہو رہی ہے تو ان کی روح کو کتنا زبردست صدمہ پہونچے گا اور جو روحانی رابطہ ان کے ساتھ تھا وہ کیسے قائم رہ سکے گا؟ میرے کہنے کی بات نہیں کہ چھوٹا منہ بڑی بات ہے مگر آپ کی تحریر نے مجبور کیا۔

آپ کا ایک مضمون رسالہ ''تذکرہ میں بھی دیکھا جس میں جماعتِ اسلامی کی ابتدائی داستان آپ نے بیان کی ہے اور اس کے دستور واصول کا مأخذ اپنی ہی تحریرات کو قرار دیا ہے اور اس میں اپنی مودودی صاحب کی ملاقات اور ملاقات کی محویت میں ہر دو کا نماز سے بے ہوش ہو جانا بھی مذکور ہے اور یہ مقامِ مدح میں ہے، یاللعجب!!!

بہر حال اس کے متعلق اس خط میں کچھ عرض کرنا نہیں، ضرورت ہوئی تو پھر سہی، جواب کیلئے لفافہ ارسال ہے، احقر محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۳/ ربیع الآخر/ ۱۳۸۷ھ۔ (فتاوی محمودیہ، ج:۴، ص: ۳۱۲ تا ۳۱۶)

تبلیغی جماعت کے بارے میں بعض شبہات اور ان کا ازالہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب مدظلہ لکھتے ہیں کہ:

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ تبلیغی جماعت میں عوام الناس کے ہر طبقہ کے لوگ شریک ہوتے ہیں، علماء، طلبہ، تاجر، ملازم، کسان اور مزدور وغیرہ۔ اب ان میں سے ہر ایک شخص تو ایسا نہیں ہوتا کہ جس کی کامل اصلاح اور تربیت ہو چکی ہو، اسی لیے بعض اوقات ان میں سے کسی سے کوئی نامناسب حرکت سرزد ہو جاتی ہے تو بعض جذباتی حضرات فوراً اس فرد کی اس غلطی کو جماعت کی طرف منسوب کر دیتے ہیں، حالانکہ یہ انصاف کے خلاف ہے، انصاف یہ ہے کہ یہ غلطی اس فرد کی طرف منسوب کی جائے نہ کہ جماعت کی طرف، کیونکہ جماعت خود اسے غلط سمجھتی ہے۔

ایک اسلامی ملک کے سفر کے دوران میری ملاقات ایک ایسے ادارے کے ذمہ دار شخص سے ہوئی جوانسدادِ منشیات کا سربراہ تھا۔ اپنے ادارہ کا تعارف کراتے ہوئے اس نے کہا کہ ہمارا کام یہ ہے کہ قانون اور سزاؤں کے ذریعہ نوجوانوں کو منشیات وغیرہ سے روکیں۔

میں نے اس سے کہا کہ: یہ بہت اچھی بات ہے۔ ملک میں ایسے قوانین اور سزائیں ہونی چاہئیں جن کے ذریعہ لوگوں کو منشیات اور دیگر جرائم سے روکا جا سکے، خصوصاً: اسکول اور کالج کے طلبہ کو جو مستقبل کا سرمایہ ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک اور راستہ بھی ہے جس کے ذریعہ نوجوانوں کو منشیات ومسکرات کے استعمال اور بے راہ روی سے روکا جاسکتا ہے اور ملک کو ان جرائم سے پیدا ہونے والی مشکلات سے بچایا جاسکتا ہے؟

چنانچہ اس کی صورت یہ ہے کہ ان نوجوانوں کو دین کی راہ پر ڈال دیا جائے اور ان کے دلوں میں ایمان کی روح پیدا کی جائے، تاکہ وہ نیک اور صالح شہری بن جائیں اور خود بخود بلا کسی قانون اور سزا کے خوف سے منشیات اور بے راہ روی کو چھوڑ دیں۔ نہ ان سے کسی کا ناحق قتل ہو، نہ کسی کا مال لوٹیں، نہ کسی کی عزت پر حملہ کریں اور نہ ہی حکومت اور عوام کے لئے مسائل پیدا کریں، بلکہ اپنے فرائض نہایت ذمہ داری اور پوری امانت داری سے ادا کریں۔

مزید میں نے ان سے کہا کہ: گزشتہ رات مجھے اپنے ساتھیوں کے ساتھ آپ کے شہر کے تبلیغی مرکز میں جانے کا اتفاق ہوا، جہاں نوجوانوں کا ایک بڑا مجمع تھا جن کی اکثریت اسکول اور کالج کے اساتذہ اور طلبہ کی تھی، ان کے چہروں پر ایک نور اور وقار ہویدا تھا، جن سے یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ منشیات یا دیگر جرائم کا ارتکاب کریں گے۔

وہ صاحب کہنے لگے کہ: یہ بات بالکل صحیح ہے، ہم نے بھی دیکھا ہے کہ جو لوگ اس جماعت کے ساتھ جڑ جاتے ہیں، ان پر صلاح وتقویٰ کے آثار نمایاں ہوتے ہیں اور وہ منشیات یا دیگر جرائم سے

دور بھاگتے ہیں۔لیکن ہمیں جماعت سے دوشکوے ہیں:

ا :۔ایک یہ کہ جب کوئی ملازم پیشہ ان سے متاثر ہوکر کچھ وقت ان کے ساتھ لگا تا ہے، مثلاً: ایک چلہ۔تو بعض مرتبہ یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ وہ شخص چلہ لگانے کے بعد اسی جماعت کا ہوکر رہ جاتا ہے، اسے نوکری کی پرواہ ہوتی ہے اور نہ بیوی بچوں کی فکر، ادھر دفتر والے پوچھ رہے ہیں، ادھر گھر والے پریشان۔

۲ :۔اسی طرح یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ اسکول یا کالج کا جو طالب علم چھٹی کے دنوں میں جماعت کے ساتھ نکل جائے تو وہ تعطیلات ختم ہونے کے بعد بھی جماعت کے ساتھ چلتا رہتا ہے اور وہ اسکول چھوڑ دیتا ہے اسے تعلیم کی فکر ہوتی ہے نہ والدین کی پرواہ۔

میں نے ان سے کہا: بیشک اس طرح کے اِکا دُکا واقعات ہمارے ہاں بھی پیش آتے ہیں، لیکن یہ انفرادی کوتاہیاں ہیں، ان کا جماعت کی پالیسی سے کوئی تعلق نہیں، لہٰذا ان کوتاہیوں کو ان افراد کی طرف منسوب کرنا چاہئے نہ کہ جماعت کی طرف۔

اس لئے کہ جماعت والے کسی ملازم پیشہ شخص یا طالب کو ہرگز نہیں کہتے کہ: تم اپنی ملازمت چھوڑ دو یا اسکول اور کالج کی تعلیم ترک کردو اور جماعت میں لگ جاؤ، بلکہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ بھائی! رخصت کے ایام ہمارے ساتھ گزارو پھر اخلاص اور دیانتداری سے اپنا کام کرو۔

پھر میں نے کہا کہ: ہمارے جامعہ کی مسجد میں ہر ہفتہ جماعت کا اجتماع ہوتا ہے، جس میں طلبہ اور محلّہ کے لوگ بیٹھتے ہیں اور جماعت کے کسی بزرگ کا بیان ہوتا ہے، ہم نے آج تک کسی کی زبان سے یہ نہیں سنا کہ وہ طلبہ سے کہیں کہ تعلیم چھوڑو اور جماعت میں چلو، بلکہ وہ تو انہیں خوب پڑھنے اور محنت کی ترغیب دیتے ہیں، ہاں یہ ضرور کہتے ہیں کہ جمعہ کی رات مدنی مسجد....کراچی کے تبلیغ کے مرکز.....میں آجایا کریں، ۱۸۔۲۰ گھنٹوں کے لیے جماعت میں نکلیں، کیونکہ اس دن چھٹی ہوتی ہے اور سالانہ

چھٹیوں میں ایک چلہ لگایا کریں۔

اصل بات یہ ہے کہ معاشرے کے ہر طبقہ میں اِکا دُکا جذباتی افراد ہوتے ہیں جن سے اس طرح کے غلط تصرفات صادر ہوجاتے ہیں، آخر آپ نے بھی تو ایسے ملازمین کا تذکرہ سنا ہوگا، جنہوں نے کسی دوسری وجہ سے جذبات میں آکر ملازمت چھوڑ دی یا ایسے طلبہ کا تذکرہ بھی سنا ہوگا جو اسکول یا کالج سے بھاگ گئے۔

لہٰذا ایسے تصرفات کی نسبت ان افراد کی طرف کرنی چاہئے نہ کہ جماعت کی طرف۔ کیونکہ جماعت کی یہ پالیسی ہرگز نہیں۔ وہ صاحب میری گفتگو سے کافی مطمئن ہوئے اور کہنے لگے کہ: واقعی عوام الناس کی اصلاح کا یہی صحیح طریقہ ہے۔

بعض مرتبہ ذہن میں شبہات اس لئے پیدا ہوتے ہیں کہ انسان شرعی احکام اور آداب سے ناواقف ہوتا ہے۔

اسی طرح کا ایک قصہ ہے کہ ایک عرب ملک میں مجھے ایک عرب نوجوان ملا، جب تبلیغی جماعت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو وہ کہنے لگا کہ: یہ جماعت بہت اچھا اور مفید کام کررہی ہے، مگر اس میں کچھ بدعات ہیں، جن پر مجھے اعتراض ہے!

میں نے اس نوجوان سے کہا کہ: آپ مجھے کسی ایک بدعت کی نشاندہی کر دیجئے، تاکہ میں جماعت کے ذمہ دار حضرات تک آپ کی بات پہنچا سکوں۔

کہنے لگے: جب کوئی جماعت دعوت کیلئے نکلتی ہے تو کہتے ہیں: یہ ہمارا امیر ہے، حالانکہ یہ بدعت ہے، میں سمجھ گیا کہ یہ اعتراض یا اشکال اس کی دینی معلومات کی کمی کی وجہ سے ہے۔ اس لئے میں نے اس نوجوان سے پوچھا: آپ کہاں کام کرتے ہیں؟

کہنے لگا: میں وزارتِ اوقاف اور مذہبی امور میں کام کرتا ہوں۔

میں نے کہا: آپ کے دفتر میں کتنے ملازمین کام کرتے ہیں؟

کہنے لگا: اتنے ملازمین کام کرتے ہیں، غالبًا بیس سے پچیس تک بتائے۔

میں نے پوچھا: کیا ان ملازمین پر کوئی نگران بھی ہوتا ہے؟

کہنے لگا: ہاں! ایک مدیر ہوتا ہے جو ان کی نگرانی اور نظم قائم رکھتا ہے۔

میں نے کہا: کیا وزارتِ اوقاف اور مذہبی امور میں یہ بدعت نہیں کہ یہ مدیر ہے، اور یہ موظفین ہیں؟

کہنے لگا: یہ بدعت نہیں، بلکہ یہ ایک نظام ہے، اور نظام کا تقاضا ہے کہ ایک ایسا ذمہ دار شخص ہو جو سب کی نگرانی کرے، تاکہ نظام صحیح چل سکے۔

اس پر میں نے کہا: برادر عزیز! اگر آپ اپنے شہر اور اپنے دفتر میں ہوتے ہوئے، جہاں چند ملازم کام کرتے ہیں اور ہر شخص کا کام بھی متعین ہے، اپنی یہ ضرورت سمجھتے ہیں کہ ایک ذمہ دار اور نگران ہو جو اس نظام کو صحیح چلا سکے، تو آپ خود سوچیں کہ جب ایک جماعت جو دس پندرہ انسانوں پر مشتمل ہو، دعوت کے لئے سفر پر نکلی ہو، کیا اس کو نظام کی ضرورت نہیں ہوگی؟ کہ ان میں ایک شخص ایسا ہو جو سب کی نگرانی کرے، ان میں نظم قائم کرے اور ان کے حالات پر نظر رکھے۔ جبکہ سفر میں اس کی ضرورت زیادہ ہے، کھانا، پینا، نماز پڑھنا، سامان کی حفاظت اور دعوت کی ترتیب وغیرہ امور مستقل منتظم کے متقاضی ہیں۔ آپ اس نگرانی کا نام امیر رکھ دیں یا مدیر، نام سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اس نوجوان نے سر ہلاتے ہوئے کہا کہ: آپ نے صحیح کہا، مجھے مسئلہ سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔
پھر میں نے اس سے کہا کہ؛ امیر بنانا نہ صرف جائز اور مباح ہے بلکہ سنت اور آداب سفر میں سے ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ، جب ہم جماعت کی شکل میں سفر کریں تو اپنے لئے ایک امیر چن لیا کریں۔

بعض عوام اور غیر علماء سے دوران سفر ایک یہ اعتراض بھی سننے میں آیا کہ جماعت نے چھ نمبر متعین کر کے باقی دین کے شعبوں کو چھوڑ دیا ہے، جب کہ دین زندگی کے سب شعبوں کو شامل ہے۔

یہ اعتراض بھی لاعلمی پر مبنی ہے، بیشک دین زندگی کے تمام شعبوں کو شامل ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ تقسیم کار بھی ایک فطری اور شرعی قاعدہ ہے، چنانچہ جس طرح کچھ لوگ پڑھنے پڑھانے، کچھ جہاد اور کچھ دیگر شعبوں میں کام کر رہے ہیں، ٹھیک اسی طرح تبلیغی جماعت کے بزرگوں نے اپنی فراست اور تجربہ سے یہ چھ نمبر متعین کئے کہ ان سے افرادِ امت کی اصلاح اور ان کی زندگی میں انقلاب آئے گا، جب افرادِ امت کی تربیت اور اصلاح ہوگی تو پھر وہ زندگی کے جس شعبے میں بھی جائیں گے، وہ دین کے احکام پر چلیں گے۔

میرے سامنے ایک واقعہ اس کی واضح مثال ہے وہ یہ کہ:

ایک بار حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کے پاس ایک رکشہ والا آیا اور آپؒ سے رکشہ، ٹیکسی کے کرایہ کے بارے میں سوال کرنے لگا اور بعض ڈرائیور جو میٹر وغیرہ خراب رکھتے ہیں یا سواریوں کے ساتھ دھوکا بازی کرتے ہیں، ان کے بارے میں پوچھنے لگا، حضرتؒ نے اس کے سوالات کے جوابات دیئے اور فرمایا: بھائی! آپ اتنے عرصہ سے رکشہ چلا رہے ہیں اور اب آپ کو حلال وحرام کا کیسے خیال آیا؟

کہنے لگا: حضرت جی! مجھے اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور میں تبلیغی جماعت کے ساتھ جانے لگا تو مجھے حلال وحرام کی فکر ہوئی، کیونکہ اللہ کا حکم ہے، حلال کماؤ حلال کھاؤ، حلال کھلاؤ اور حلال خرچ کرو، اس لئے میں نے یہ مسائل پوچھے تاکہ حرام سے بچوں۔

اس کے علاوہ امیر جماعت حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ کے ملفوظات اور خطابات میں جا بجا اس کا ذکر ہے کہ جو حضرات علم میں لگے ہوئے ہیں، وہ بھی دین کا کام کر رہے ہیں،

جو جہاد میں لگے ہوئے ہیں، وہ بھی دین کا کام کر رہے ہیں، میں آپ کو اس کام میں لگنے کا کہہ رہا ہوں۔

بہر حال یہ چند شبہات اور ان کے جوابات بطور نمونہ پیش کر دیئے ہیں، اگر کسی کو تفصیل معلوم کرنی ہو تو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمہ اللہ کی کتابیں: ا:۔تبلیغی جماعت پر چند عمومی اعتراضات اور ان کے مفصل جوابات، ۲:۔الاعتدال، ۳:۔فضائل تبلیغ، دیکھ لی جائیں۔

حاصل یہ ہے کہ میں اس جماعت کو مخلص سمجھتا ہوں، جس کا فائدہ حکومت اور عوام دونوں کو پہنچ رہا ہے، (ولا ازکی علی اللہ احداً) .

پھر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ تبلیغی جماعت ایک کھلی ہوئی کتاب ہے جس میں کوئی چھپی ہوئی چیز نہیں، ہر شخص قریب سے اس کتاب کو پڑھ سکتا ہے، جس کو جماعت کے بارے میں شک وشبہ ہو، اسے چاہئے کہ جماعت کے مراکز میں جائے، ان کے اجتماعات میں شامل ہو، اور ان کے بیانات سنے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ ان کے ساتھ وقت لگائے اور دیکھے کہ وہ کیا کرتے ہیں؟ اسی طرح جماعت کے بڑوں سے ملے اور اگر کوئی اشکال یا اعتراض ہو تو ان کے سامنے پیش کر کے تسلی بخش جواب حاصل کرے۔ (تبلیغی جماعت اور اس کی دعوت کے اصول وآداب، ص: ۱۳۰ تا ۱۹۱، ط، دار القلم کراچی)

تبلیغی حضرات پر اعتراض (کنتم خیر امة اخرجت للناس) میں للناس عام ہے کفار کو بھی شامل ہے

سوال: بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان (کنتم خیر امة اخرجت للناس) میں ''للناس'' عام ہے مسلمان اور کفار سب کو شامل ہے پھر تبلیغ والے کیوں صرف مسلمان کے پاس جاتے ہیں اور کفار کے پاس نہیں جاتے ہیں؟

جواب: اول تو یہ کہ تبلیغی حضرات نے اس تبلیغ کے عظیم کام کو صرف مسلمانوں کے لئے خاص

نہیں کیا بلکہ انکی چلت پھرت اوراس کام کی برکت سے بے شمار غیر مسلموں کواللہ تعالیٰ نے ایمان جیسی عظیم دولت سے سرفراز فرمایا بالفرض اگر ہم مان لے کہ کفار کے پاس نہیں جاتے تو بھی ان کا مسلمانوں کے پاس جانا اور کفار کے پاس نہ جانا یہ آیت کریمہ کے خلاف نہیں ہے، بلکہ اس عمل کے ثبوت میں بہت ساری احادیث موجود ہیں مثلاً بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا، نیز صحابہ کی جماعت کوفہ کی طرف گئی مسلمانوں کی دعوت کے لئے ،اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوصحابہ کی جماعت کے ساتھ اپنی خلافت کے زمانے میں کوفہ کی طرف روانہ فرمایا اور معقلؓ بن یسار،عبداللہ بن مغفلؓ اورعمران بن حصینؓ بصرہ کی طرف تشریف لے گئے اور عبادہ بن صامتؓ اور ابوالدرداءؓ شام کی طرف گئے اہل اسلام اور مسلمانوں کی دعوت کے لئے تھا۔

نیز مسلمانوں میں دعوت وتبلیغ کا فائدہ بنسبت غیر مسلموں کے جلدی ظاہر ہوجاتا (عبس و تولّی ان جاءہ الاعمی) میں اس طرف اشارہ موجود ہے کہ ابن ام مکتومؓ کا لحاظ رکھنا قریش کے متکبر سرداروں کے مقابلے میں بہتر اور مفید ہے۔

باوجود اگرکسی کو اشکال ہوتو ان حضرات نے کسی کو روکا تو نہیں ہر ایک اپنے طور پر جاسکتا ہے کفار کے پاس اور تبلیغ کرسکتا ہے راستہ کھلا ہے کوئی روک ٹوک نہیں ہے،لہٰذا ان حضرات کو مہتم کرنا صحیح نہیں ہے۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

فتاوی محمودیہ ۱/۴۵۲، فتاوی رحیمیہ ۶/۳۸۱، جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات ص:۱۲، دینی دعوت اور تبلیغ کے اصول واحکام، منتخب احادیث۔ واللہ اعلم۔ (فتاوی دارالعلوم زکریا، ج:۱،ص: ۴۴۲،۴۴۳، ط، زمزم پبلشرز، کراچی)

رائے ونڈ اور تبلیغی جماعت کے اکابرین پر اعتراض کرنا

سوال: کیا رائے ونڈ جانا جائز ہے اور تبلیغی جماعت کے علماء پر اعتراض کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: رائے ونڈ جانا جائز ہے اور تبلیغی جماعت کے اکابر اولیاء اللہ ہیں ان پر اعتراض برائے اعتراض، اعتراض کنندگان کے لیے زیبا نہیں ہے۔ (فتاوی فریدیہ، ج:۱،ص:۱۶۴)

تبلیغی جماعت پر اعتراض کرنے والوں کو کیا جواب دیں؟

سوال: موجودہ دور میں تبلیغی جماعت کام کرتی ہے، ہر کسی کو نماز کی طرف بلانا، تعلیم وغیرہ کرنا، مگر لوگ اکثر مخالفت اس طرح کرتے ہیں کہ یہ جاہل ہیں، اپنی طرف سے چھ باتیں بنائی ہیں، فقط وہی بیان کرتے ہیں۔

جواب: جو لوگ اعتراض کرتے ہیں، ان سے کہا جائے کہ بھائی تین چلے، ایک چلہ، دس دن ، تین دن جماعت میں نکل کر دیکھو، پھر اپنی رائے کا اظہار کرو، جب تک وقت نہ لگاؤ، اس کام کی حقیقت سمجھ میں نہیں آئے گی، اور کسی چیز کی حقیقت سمجھے بغیر اس کے بارے میں رائے دینا غلط ہوتا ہے۔ (آپ کے مسائل اور انکا حل، ج:۸،ص:۱۹۲)

تبلیغی جماعت کے متعلق اہل بدعت کی پھیلائی ہوئی بدگمانیوں کا ازالہ

سوال: چند دن پہلے ملک وہشتام کے صدر مقام سائیگون شہر میں ہندوستان سے ایک تبلیغی جماعت آئی اور چند دن یہاں قیام کر کے تبلیغی اشاعت دین کا اہم فریضہ انجام دیتی رہی، کچھ دن بعد یہ جماعت یہاں سے چلی گئی۔ اس کے بعد شہر کی جامع مسجد کے امام وخطیب نے لوگوں میں یہ بات

پھیلانا شروع کردی کہ تبلیغ والے وہابی ہیں، اہلسنت والجماعت میں سے نہیں ہیں۔ اس سے اہل شہر میں ایک قسم کا اضطراب اور بے چینی پھیل گئی ہے، اور امام صاحب نے سیلون سے چند پمفلٹ منگوا کر لوگوں میں پھیلانا شروع کردیا، جس میں مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ اور مولانا محمد اسماعیل رحمہ اللہ کے خلاف یہ تأثر پیش کیا گیا کہ یہ لوگ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں کہ اس کا مدلل جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔

نیز مولانا محمد الیاس، مولانا تھانوی رحمہما اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ لوگ اہل سنت والجماعت میں سے نہیں، ان کی کتابوں میں بہت غلط باتیں ہیں۔ آپ سے درخواست ہے کہ مذکورہ علمائے کرام کی حقانیت کے بارے میں مدلل جواب دیں، اگر دار العلوم دیوبند سے یا کسی اور جگہ سے تبلیغی جماعت اور ان اکابر کی براءت میں کتابیں شائع ہوئی ہوں تو اس کی نشاندہی فرمادیں تاکہ ان پر یہ کتاب بطور حجت پیش کرسکیں۔

نیز ان حالات میں تبلیغی جماعت کا کام یہاں سائیگون میں ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں حقانی علماء کرام کی ایک کانفرنس، ۱۰/۱ اکتوبر ۷۱ء، کو ہونا طے پائی ہے، جس میں اس بارے میں مشورہ ہوگا۔ آپ براہ کرم ممکن حد تک جواب جلد عنایت فرمادیں تاکہ ہم اس کو جماعت کے سامنے پیش کرسکیں۔

مختصراً یہ کہ ہمارے یہاں تبلیغی جماعت کے خلاف لوگ ایک محاذ بنا چکے ہیں جس کیلئے آئندہ ایک رکاوٹ پیدا ہوگئی ہے، مدلل جواب عنایت فرمادیں تو بڑی نوازش ہوگی۔

جواب: تبلیغی جماعت کا مقصد دین برحق کی اشاعت ہے یعنی رسول مقبول سید عالم ﷺ کو اللہ رب العزت نے جو دین عطاء فرمایا اور اس کے کامل فرمان کی بشارت اس آیت شریفہ میں دی ہے: **الیوم أکملت لکم دینکم، الآیة.** اس دین کو دنیا کے تمام لوگوں کو پہونچادیں اور ان کو سکھادیں۔

اس مقصد کیلئے حدیث شریف کی روشنی میں جو ہدایات ملتی ہیں، ان کے تحت اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو جو صورتیں اختیار فرمائی ہیں ان کے تحت اپنے اپنے مکان سے نکلیں، جماعتیں بنا کر بستی بستی میں گشت کریں اور اپنے بھائیوں کو انتہائی شفقت و محبت کے ساتھ مسجد میں لائیں، دین کی اہمیت سمجھائیں، حضرت رسول اکرم ﷺ کے حقوق بتائیں، اور یہ ذہن نشین کرائیں کہ نجات کا راستہ صرف یہ ہے کہ اپنی پوری زندگی کو حضرت رسول مقبول ﷺ کی سنت اور ہدایات کے موافق بنایا جائے، کوئی کام خلاف سنت نہ کیا جائے۔ جس قدر اس میں پختگی حاصل ہوگی، اسی قدر دنیا میں بھی فتنوں سے حفاظت رہے گی اور آخرت میں بھی حضرت فخر عالم ﷺ کا قرب نصیب ہوگا، جس قدر سنت سے بُعد ہوگا اسی قدر دنیا میں بھی فتنے بڑھیں گے اور آخرت میں بھی دوری رہے گی۔ اس کے اصول ایسے مضبوط اور پختہ ہیں جن میں کسی کا اختلاف نہیں، ایک چھوٹی سی کتاب ہے جس کا نام ''چھ باتیں'' ہے اس کو دیکھ لیا جائے۔

اس جماعت کا کام صرف ہندوستان میں نہیں بلکہ ساری دنیا میں ہو رہا ہے، بے شمار آدمیوں کا حج اس کی وجہ سے سنت کے موافق ادا ہو رہا ہے، ہر جہاز میں جماعت کے آدمی کام کرتے ہیں، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ ''زادھما اللہ شرفاً و کرامۃً''، صفا، عرفات، بندرگاہ، سب جگہ کام کرنے والے موجود ہیں، انگریزی ممالک لندن، امریکہ وغیرہ میں بھی بحمد اللہ کام ہو رہا ہے۔ کروڑوں آدمی اس جماعت کی کوشش کی بدولت نمازی ہو گئے، روزہ رکھنے لگے، حرام کمائی سے تائب ہو گئے، شراب پینے سے، زنا کرنے سے توبہ کر چکے، زکوۃ ادا کرنے لگے، جہاں دینی مدارس نہیں تھے، وہاں دینی مدارس کھل گئے، عام دینی بیداری پیدا ہو گئی۔ اس جماعت کا عمومی کام زبانی ہے، تحریر لٹریچر زیادہ نہیں، ایک چلہ ساتھ رہ کر اصول کی پابندی سے آدمی کام کرے، انشاء اللہ تعالیٰ اس کے حالات میں کافی تغیر ہوگا اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی رغبت اور محبت میں اضافہ ہوگا، بدعات اور معاصی سے نفرت ہوگی۔

حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ تعالیٰ کے ملفوظات اور خطوط اور حالات بھی کسی حد تک شائع

ہوچکے ہیں، ان کے پڑھنے سے قلب میں نور پیدا ہوتا ہے اور تعلق مع اللہ ومع الرسول ﷺ میں ترقی ہوتی ہے، مخالفین ان سب چیزوں کو برداشت نہیں کر پاتے تو مخالفت کرتے ہیں، حق تعالیٰ ان کو ہدایت دے اور صراط مستقیم پر چلائے، افسوس کہ وہ مخالفت کی وجہ سے بہت بڑی نعمت سے محروم ہیں۔

ایک مختصر رسالہ ''غلط فہمیوں کا ازالہ'' ہے جس میں اکابر دیوبند کی پوری عبارتیں نقل کرنے کے بعد ان پر جو اعتراضات کر کے قوم کو بدظن کیا جاتا ہے، ان اعتراضات کا جواب دیا گیا، اس کا مطالعہ بھی مفید ہوگا، اس سے بڑی بھی ایک کتاب ہے، جس کا نام ''الجنة لأهل السنة'' ہے، اس میں تفصیل سے اعتراضات کو نقل کر کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۷/۹۱ھ۔ (فتاوی محمودیہ ج:۴، ص: ۲۸۰ تا ۲۸۲)

تبلیغی جماعتوں اور کتابوں پر اعتراضات کے جوابات

سوال:۱۔ آج کل تبلیغی جماعت کا رویہ زور پکڑتا جا رہا ہے۔ کہ ہر محلّہ کی مسجد میں تبلیغی نصاب کی کتابیں پڑھتے ہیں لوگوں کو زبردستی روکتے ہیں، اگر کوئی شخص نہ بیٹھے تو اس پر نکیر کرتے ہیں، یہ التزام شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

۲:۔ تبلیغی نصاب میں صرف عبادات کے فضائل کا بیان ہوتا ہے، مسائل ضروریہ کا حصہ نہیں اور اگر کوئی عالم سمجھائے کہ مسائل کی کتاب بھی پڑھو تو ہرگز نہیں پڑھتے، اگر کوئی شخص پڑھے تو پڑھنے نہیں دیتے ہیں، ان کا یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟

۳:۔ ان فضائل کی کتابوں میں بہت سی ایسی احادیث ہیں، جو موضوع ہیں، مگر مرتب کتاب نے عربی عبارت میں تو ان کا موضوع ہونا واضح کر دیا، لیکن اردو ترجمہ میں نظر انداز کر دیا، اب وہ احادیث موضوعہ اردو میں پڑھی جاتی ہیں۔ کیا ایسی حدیثوں کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

۴:۔ کیا مصنف کو ایسی حدیثیں (جن کا وضع ہونا خود ان پر واضح تھا) درج کرنا اور بطورِ

نصاب ان کی اشاعت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اصل یہ ہے کہ دین کا سیکھنا ہر ایک کیلئے ضروری ہے، اس مقصد کیلئے کتابیں تصنیف اور شائع کی جاتی ہیں، مدارس قائم کیے جاتے ہیں، ان کیلئے مستقل نصاب تجویز کیا جاتا ہے، جماعتوں اور درجوں کا نظام بنایا جاتا ہے، خانقاہیں قائم کی جاتی ہیں، مبلغ واعظ رکھے جاتے ہیں، ان کیلئے تقریریں ہوتی ہیں، انجمنیں بنائی جاتی ہیں، کتب خانے بنائے جاتے ہیں، غرض جس جس طریقہ پر دین حاصل کرنا آسان ہو جائے، وہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے، بشرطیکہ وہ شرعاً ممنوع نہ ہو، اسی طریقہ پر تبلیغی جماعت کا حال ہے۔

مدارس میں نہ سب دین حاصل کرنے کیلئے جاتے ہیں نہ سب کے پاس اتنا وقت ہے کہ پورا نصاب پڑھیں، نہ مدارس میں اتنی گنجائش ہے، نہ سب میں نصاب کے پڑھنے اور سمجھنے کی صلاحیت ہے، یہی حال خانقاہوں کا ہے۔ خود کتابیں دیکھ کر بھی دین حاصل کرنے کی صلاحیت عموماً نہیں، واقعہ تو یہ ہے کہ عمومی طور پر دین کی طلب ہی اس قدر قلیل ہے کہ جس کو شمار میں لانا ہی محل تامل ہے۔

کتنے کروڑوں کی مسلم آبادی ہے اور کتنے مدارس وخانقاہوں سے استفادہ کرنے والے ہیں، انجمنوں اور واعظوں سے استفادہ اس سے بھی کماً وکیفاً کم ہے، بے دینی جس قدر عام ہے اس کو دور کرنے کیلئے بھی ایسے طریقے کی ضرورت تھی، جو عام اور سہل ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ تبلیغی جماعت کا طریقہ جاری فرمایا، خدائے پاک کے فضل وکرم سے اس کا نفع بہت ہی عام ہوا، کتنے لوگوں کا کلمہ درست ہوا، نماز درست ہوئی، بے نمازیوں نے نماز کی پابندی کی۔ کتنے تاجر زکوۃ نہیں دیتے تھے، سودی معاملہ کرتے تھے، انہوں نے باقاعدہ زکوۃ دینی شروع کر دی، سودی معاملات سے پرہیز کرنے لگے، کتنے لوگوں نے حج کیا۔

یہ جماعت بندرگاہ پر، جہازوں پر، جدہ میں، مکہ مکرمہ میں، منیٰ میں، عرفات میں، مدینہ طیبہ میں

غرض سب جگہ کام کرتی ہے، جس کی بدولت بہت سے لوگوں کا حج صحیح طور پر ادا ہو جاتا ہے، انگریزی ممالک میں مساجد کی تعمیر ہوئی، قرآن کریم تراویح میں پڑھا جانے لگا، مکاتب قائم ہوئے۔ چونکہ یہ جماعت کوئی منظّم جماعت نہیں بلکہ دین سیکھنے والے ہر چھوٹے بڑے طبقہ کے لوگ ہیں، اس لئے بے عنوانیاں بھی ہوتی ہے بعض جوش میں تقریر کرتے ہوئے اپنی حد سے بڑھ کر باتیں کہہ دیتے ہیں، حالانکہ ان کو یہ ہدایت دی جاتی ہے کہ وہ چھ نمبروں سے زائد بات نہ کہیں، شکایات معلوم ہونے پر تنبیہ بھی کی جاتی ہے، کبھی تقریر سے ہی بالکل روک دیا جاتا ہے۔

مقامی علماء اگر سرپرستی فرمائیں اور غلطیوں پر تنبیہ کریں، تو اس جماعت کو قدردانی کرنی چاہئے، ان مخلص علماء کو تبلیغ کا مخالف سمجھنا غلطی اور سخت غلطی ہے، اس جماعت کو ان کی شفقت اور خیر خواہی کا تجربہ نہیں، اس لئے اہل علم حضرات اگر ان کے حلقوں میں تھوڑی سی شرکت بطور نگرانی فرمائیں تو ان کی غلطی کی اصلاح بھی ہو جائے اور قلوب میں ہمدردی اور شفقت کا احساس بھی ہو جائے۔ بعد نماز جو شخص اپنی ضرورت کی خاطر جانا چاہتا ہے اس کو زبردستی روکنا بھی نہیں چاہئے۔ غالباً اس سے بھی آپ کو انکار نہ ہوگا کہ قلوب میں دین کی طلب نہ ہونے کی وجہ سے لوگ بکثرت ضرورت کا حیلہ کر کے بھی چلے جاتے ہیں۔ اہل مدارس غیر حاضر طلباء، ناکام طلباء کا کھانا وظیفہ بند کر دیتے ہیں اور دوسری سزائیں بھی دیتے ہیں، یہ جماعت اس قسم کا کوئی کام نہیں کر سکتی، بلکہ خوشامد کا طریقہ استعمال کرتی ہیں، تاہم خوشامد سے آگے بڑھ کر کسی کو مجبور کرنا غلط ہے، اس سے پرہیز لازم ہے، چہ جائیکہ اس پر نکیر کیجائے۔

۲:۔ اس جماعت کے اصول میں علم کی تحصیل بھی ہے، لیکن جس طرح مدارس میں کتابیں ''ہدایہ'' وغیرہ پڑھائی جاتی ہیں، اس طرح یہاں تعلیم نہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ ہدایہ، شرح وقایہ وغیرہ پڑھانے کیلئے پہلے کتنی کتابوں کا پڑھانا ضروری ہے، مدارس میں ''میزان'' سے جماعت پڑھنا شروع کرتی ہے، شروح، حواشی، تراجم دیکھتی ہیں، مطالعہ کرتی ہے، استاذ کی تقریر سنتی ہے، پھر ہدایہ وغیرہ میں

کیا پوری جماعت ایسی ہوتی ہے کہ اس کی عبارت کو حل کرے اور مسائل صحیح سمجھ جائے، نہیں ہرگز نہیں۔

پھر تبلیغی جماعت میں کوئی تین دن کیلئے نکلا، کوئی دس بیس چالیس دن کیلئے نکلا، نہ امیر ایک رہتا ہے، نہ جماعت ایک رہتی ہیں، ایسی حالت میں اگر مسائل کی کتابیں ان کو سنائی جائیں تو غلطی کا احتمال کس قدر غالب ہوگا، البتہ ان کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ اپنے طور پر اپنی استعداد اور حالت کے مطابق ضروریات دین کا علم حاصل کریں اور وہ اس پر عمل کرتے ہیں، مسائل پوچھ کر، کوئی اہل علم کی صحبت میں جا کر، کوئی مطالعہ کتب سے، کوئی مدارس میں داخل ہوکر، جو شخص حاصل نہیں کرتا وہ کوتاہی کرتا ہے، اصول کا پابند نہیں۔ امام عالم اگر مسائل کی کتاب سنانا چائیں تو ضرور سنائیں جماعت نہ روکے، البتہ باہمی مصالحت سے وقت متعین کرلیا جائے کہ فلاں وقت مسائل کی کتاب ہوگی۔

۳:۔ایسی حدیث تو شاید کوئی نہ ہو جس کے موضوع ہونے پر اتفاق ہو، ہاں یہ کہ بعض حدیثیں ضعیف ہیں اور ایسی بھی ہیں کہ بعض محدثین نے ان کو موضوع کہا ہے، اس کو مصنف مدظلہ نے بیان بھی کردیا، فضائل اعمال میں ضعیف احادیث کا بیان کرنا تدریب الراوی وغیرہ کتب میں جائز لکھا ہے۔ آخر ابن ماجہ کے متعلق آپ کیا کہیں گے، جس کی نصف سے زائد احادیث کو ابن جوزی نے موضوع قرار دیا ہے، ابن ماجہ داخل درس ہے بلکہ صحاح ستہ میں شمار ہے اور مصنف قدس سرہ نے کسی حدیث کے متعلق یہ نہیں بتایا کہ یہ حدیث موضوع ہے، بلانکیر اس کا درس دیا جاتا ہے۔

۴:۔مصنف مدظلہ نے تو بہت احتیاط سے کام لیا کہ جس حدیث کو بعض حضرات نے موضوع قرار دیا اس کو واضح کردیا، اگر وہ حدیث بالاتفاق موضوع ہوتی تو ہرگز اس کو لکھ کر اس سے استدلال نہ کرتے، اب رہ گیا عوام کا حال تو ان کیلئے حدیث کی قوت وضعف کا بیان کرنا ہی کچھ مفید نہیں، اس لئے ترجمہ میں اس کا ذکر نہیں آیا، اہل علم حضرات کے لیے عربی عبارت میں موجود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۳/۹۵ ۱۳ھ۔ (فتاوی محمودیہ، ج:۴، ص:۲۸۳ تا ۲۸۶)

تبلیغی جماعت والے کیا وہابی ہیں؟

سوال: ہم لوگ ہندوستان سے بہت دور ساؤتھ افریقہ کے ایک ملک سریتام میں رہتے ہیں، ہمارے یہاں ۱۹۵۰ء سے پاکستان وغیرہ سے بریلوی حضرات آتے رہتے ہیں ۱۹۶۸ء کے بعد سے تبلیغی جماعت کا سلسلہ جاری ہوا، ہمارے قریب ملک باربادوس سے، پھر لندن اور افریقہ سے جماعتیں آتی رہیں، اس کے بعد گذشتہ سال امریکہ کے اجتماع سے پہلے ہندوستان میں سورت اور بمبئی سے وہاں کے سات حضرات جماعت میں آئے تھے، کافی ووافی کام کیا تھا جس سے ہم لوگ متاثر ہوکر اجتماع میں شریک ہوئے تھے اور ہمارا پورا یقین ہے۔

لیکن پاکستان سے بریلوی اشرف القادری آ کے یہاں رہتا ہے، جس کے پاس ایک بڑی مسجد اور بڑی جماعت ہے، وہی زیادہ شور مچاتا ہے اور کہتا ہے کہ مولوی الیاس (رحمہ اللہ تعالیٰ) وہابی ہے، وہابی مدرسہ کا پڑھا ہوا ہے، وہابی کا شاگرد ہے، وہابی عقیدہ پھیلاتا ہے اور مولانا اشرف علی کی تعلیم کو دنیا میں عام کرنا چاہتا ہے، ایسا ایک پرچہ بمبئی سے منگوا کر لوگوں میں تقسیم کیا ہے اور لوگوں کو بتایا ہے کہ سب دیوبندی اور تبلیغی جماعت والے وہابی اور کافر ہیں، لہٰذا زبردستی مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ اور مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ اور مولانا اسماعیل دہلوی رحمہ اللہ وغیرہ کو کافر کہلواتا ہے اور مجھ کو کہتا ہے کہ تم لوگ تبلیغی جماعت والوں کا ساتھ چھوڑ دو، ان کو مسجدوں میں گھسنے نہ دو، لات مار کے نکالو، یہ لوگ پہلے پہلے نماز کلمہ کی دعوت دیتے ہیں پھر اپنا رسوخ ہونے کے بعد وہابی عقیدہ ظاہر کریں گے۔

لہٰذا مفتی صاحب! آپ تفصیل سے نقل شدہ پرچہ کا جواب دیں تا کہ ہم دوسرے حضرات کو دکھا سکیں اور مفتیان کرام کے دستخط اور مدرسہ کے مہر کے ساتھ جواب جلدی سے روانہ فرمائیں۔

جواب: تبلیغی جماعت والے چاہے پرانے ہوں یا نئے ہوں، یا عالم ہو یا عامی ہوں، اسی طرح سے دیو بند سے تعلق رکھنے والے اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ صاحب اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ صاحب سے عقیدہ اور تعلق والے (ان کے شاگرد، مرید اور معتقد) لاکھوں موجود ہیں، جنہوں نے ہزاروں دینی مدارس قائم کئے جن میں قرآن کریم، حدیث شریف، تفسیر، فقہ کی تعلیم ہوتی ہے اور تبلیغی جماعت تو خدا کے فضل سے تمام دنیا میں دینی کام کر رہی ہے۔

اس کام کی برکت سے فرائض زندہ ہو رہے ہیں، سنتیں زندہ ہو رہی ہیں، مسلمانوں کی زندگی سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق درست ہو رہی ہے، جو لوگ کبھی زکوۃ نہیں دیتے تھے وہ باقاعدہ زکوۃ دے رہے ہیں، جن کے ذمہ حج فرض تھا اور ان کو حج کرنے کا خیال بھی نہ ہوتا تھا، وہ حج کر رہے ہیں، بے نمازی نماز کے پابند ہو رہے ہیں، غلط رسوم میں جو لوگ مبتلا تھے وہ ان کو چھوڑ رہے ہیں، بدعات سے توبہ کر رہے ہیں پکے پکے پرانے بدعتیوں اور بریلویوں کے عزیز بھی تبلیغی جماعت میں آ رہے ہیں۔

اس عملی انقلاب کو دیکھ دیکھ کر بریلوی رہنما پریشان ہیں ان کو اس کی توفیق نہیں ہوتی کہ وہ بے نمازیوں کو مسجد میں لائیں، جس کی تاکید قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور جس کے لئے اللہ پاک نے ایک لاکھ سے زیادہ پیغمبر بھیجے اور حضور ﷺ اور ان کے اصحاب کرام اور امت کے اکابر نے اپنی زندگیاں صرف کر دیں، ہاں ان بریلویوں کا کام صرف یہی رہ گیا ہے کہ نماز کیلئے مسلمانوں کو مسجد میں بلانے والوں کو گالیاں دے کر کافر بنا کر سیدھے سادے مسلمانوں کو ان سے دور رکھیں تاکہ وہ اصل دین سے بے خبر رہیں اور بریلویوں کے معتقد بنے رہیں اور نذرانہ ان سے لیتے رہیں۔ قیامت آنے والی ہے اس وقت سب کچھ سامنے آجائے گا اور اپنے اعمال وعقائد کی حقیقت کھل جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۹/۴/۱۴۰۱ھ۔ (فتاوی محمودیہ، ج:۴، ص:۲۸۶ تا ۲۸۸)

تبلیغیوں پر غلط الزام

سوال: ہمارے گاؤں کے عالم پیش امام صاحب کا تبلیغی جماعت پر کھلا الزام ہے کہ ''یہ تبلیغی جماعت والے مدرسہ بند کروانے والا کام کررہے ہیں'' جب کہ بعض سمجھ دار لوگوں کا کہنا ہے کہ ''یہ تو ضعیف مسلمانوں کا چلتا پھرتا مدرسہ ہے''، تو کیا تبلیغی جماعت والے مدرسہ بند کروانے کو کہتے ہیں؟۔ آپ کی جو بھی رائے ہو قرآن وحدیث کی روشنی میں بتانے کی مہربانی فرمائیں۔

جواب: تبلیغی جماعت کے بانی خود عالم، مدرس اور مدرسہ کے بانی، مہتمم اور مدد کرنے والے تھے۔ پھر انہیں بند کرنے والا کہنا کہاں تک صحیح ہوگا؟ انہوں نے کہاں اور کونسا مدرسہ بند کیا ہے؟ بلکہ بستی بستی، محلّہ محلّہ اور گھر گھر میں دینی تعلیم جاری کی ہے۔ دین اسلام کو تازہ کیا ہے۔ تعلیم تو ان کا بنیادی مقصد ہے۔ بلکہ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ وہ بڑی عمر کے لوگوں کا چلتا پھرتا مدرسہ اور خانقاہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی دینیہ، ج:۱،ص:۲۰۰)

پچاس برس سے تبلیغ کا کام ہونے کے باوجود معاشرے کا بگاڑ جوں کا توں ہے تو تبلیغ کا کیا فائدہ؟

سوال: ہر خاص وعام کو یہ شکایت واشکال ہے کہ گزشتہ پچاس برس سے زیادہ عرصے سے تبلیغ کا کام ہورہا ہے، اور معاشرے کا بگاڑ جوں کا توں ہے، بلکہ اس میں مزید اضافہ بھی ہورہا ہے، تو ایسی تبلیغ سے کیا فائدہ؟ اور کیوں کی جائے تبلیغ؟

جواب: اس پر مجھے بھی ایک اشکال ہے مسلمان، مسلمان رہتے ہوئے دین کی بات کرتے ہیں، لیکن دن بدن ان کے اندر سے دین نکل رہا ہے، تو ان کے مسلمان رہنے کا کیا فائدہ؟

۲:۔ آپ نے یہ دیکھا کہ تبلیغ والے تبلیغ کررہے ہیں، لیکن برائی پھیل رہی ہے، لیکن یہ نہیں دیکھا کہ اگر تبلیغ کا کام ایک لمحے کیلئے فرض کرو بند ہو جاتا ہے تو پھر اس امت کا کیا حال ہوتا؟

۳:۔ آپ یہ تو دیکھتے ہیں کہ تبلیغ بھی ہو رہی ہے، لیکن برائی بھی بڑھ رہی ہے، جناب نے کبھی اس پر بھی غور فرمایا کہ انگلینڈ اور دوسرے ممالک میں جہاں حلال گوشت بھی میسر نہیں تھا، وہاں اللہ تعالیٰ نے ہزاروں مساجد کی شکل پیدا فرمادی ہے، اب عیسائیوں نے گرجے بیچنے شروع کردیئے ہیں، اگر تبلیغ کا کام نہ ہوتا تو اسلام کا معجزہ کس طرح رونما ہوتا...؟ واللہ اعلم !۔ (آپ مسائل اور ان کا حل، اضافہ وتخریج شدہ ایڈیشن، ج:۸،ص:۱۹۲۔۱۹۳)

تبلیغی جماعت کا عمل بہت مبارک ہے

سوال: تبلیغی جماعت کے بارے میں آپ کے کیا تأثرات ہیں؟

جواب: دین کی دعوت دین کو زندہ کرنے کا ذریعہ ہے، خود اپنے دل میں بھی ایمان زندہ ہوتا ہے، اور امت کے ایمان میں بھی تازگی پیدا ہوتی ہے، اس لئے تبلیغی جماعت کا عمل بہت مبارک ہے۔ (آپ مسائل اور ان کا حل، اضافہ وتخریج شدہ ایڈیشن، ج:۸،ص:۱۸۳)

اسلام کے نام پر کام کرنے والی تبلیغی جماعت زیادہ صحیح ہے

سوال: اس وقت اسلام کے نام پر بہت سی پارٹیاں کام کررہی ہیں، جن کا انداز ایک دوسرے سے مختلف ہے، مثلاً، ۱:...بزور اسلحہ بنام جہاد، طالبان، مجاہدین کشمیر، فلسطین وغیرہ۔ ۲:....سپاہ صحابہ۔ ۳:....بزور عوام سیاسی جماعتیں مثلاً جمعیت علمائے اسلام، جماعت اسلامی وغیرہ۔ ۴:....تبلیغی طرز مثلاً دعوت اسلامی، تبلیغی جماعت، ان میں سے کون نبوی طرز پر ہے؟

جواب: تبلیغی جماعت جو کام کررہی ہے، وہ صحیح ہے، سنت کے مطابق ہے، اور اس کے نتائج

بحمداللہ بہت عمدہ ہیں۔اس جماعت کے ساتھ ضرور جڑنا چاہئے۔افغانستان میں طالبان کی جماعت،وہ بھی ٹھیک ہے،ان کے علاوہ باقی جماعتوں کے بارے میں کچھ کہنا بے ضرورت ہے، سیاسی جماعتیں اپنے طور پر کام کر رہی ہیں،ان میں سے جو محض اللہ کی خاطر دین کی سربلندی کیلئے کام کرتا ہے وہ ان شاء اللہ!اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر پائے گا۔واللہ اعلم! (آپ مسائل اوران کا حل،ج:۸،ص:۱۸۳)

تبلیغ بھی دین سیکھنے کا ذریعہ ہے

سوال:تبلیغی جماعت کے لوگ کہتے ہیں کہ مسلمانوں پر یہ ضروری ہے کہ اس کی ہر ایک بات کو مان کر عمل کرے حالانکہ ان میں وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جو دینی تعلیم سے بہت ہی کم واقف ہوتے ہیں اور منبر پر کھڑے ہو کر بعض غیر ضروری امور چلہ وغیرہ پر زور دیتے ہیں، کیا یہ درست ہے،جبکہ غالباً حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک واقعہ ہے کہ کوفہ کی جامع مسجد میں ایک عالم تقریر کر رہے تھے،ان سے جب دریافت کیا گیا کہ تم کو ناسخ ومنسوخ کا علم ہے تو انہوں نے انکار کیا،حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کو مسجد سے باہر کر دیا،تو یہ تبلیغی جماعت کے لوگ کس طرح وعظ کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں،ان سے جب دریافت کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم خود سیکھنے آئے ہیں، کیا سیکھنے کیلئے دارالعلوم ناکافی ہے؟ بہر صورت اس بارے میں تسلی بخش جواب تحریر فرمادیں۔

جواب:تبلیغی جماعت جس کا مرکز نظام الدین دہلی ہے اچھی اور صحیح العقیدہ جماعت ہے، اس جماعت میں معتمد اہل علم ہیں ان کی تقریروں میں تو کوئی اشکال نہیں، جو غیر عالم ہیں ان کو ہدایت ہے کہ چھ نمبروں سے زائد کوئی بات بیان نہ کرے، یا تو چھ نمبروں کو بیان کرے تا کہ پکا ہو جائے، باقی کتاب پڑھ کر سنانے اور کتاب بھی قابل اعتماد تجویز ہے،اس کے علاوہ غیر اہل علم کو اجازت نہیں۔ چھ نمبروں میں کوئی بات قرآن پاک اور حدیث شریف کے خلاف نہیں ہے،ان کو بیان کرنے اور سننے میں

کوئی مضائقہ نہیں بلکہ نفع ہی نفع ہے۔

علم دین سیکھنے کا یہ ایک سادہ طریقہ ہے اور دارالعلوم دیوبند میں داخل ہو کر سیکھ لیا جائے، مگر یہ ظاہر ہے کہ کروڑوں مسلمان سب کے سب دارالعلوم دیوبند میں نہ سیکھنے کیلئے آسکتے ہیں، نہ سما سکتے ہیں، نہ سب کے پاس وقت ہے، نہ سب کو شرعاً اس پر مجبور کیا جاسکتا ہے، نہ سب میں اس کی صلاحیت ہے، نہ مدرسہ سب کا صرفہ برداشت کرسکتا ہے، اس لئے جگہ جگہ مدارس ومکاتب بھی قائم کئے جاسکتے ہیں اور کتابیں بھی تصنیف کی جاتی ہیں، رسالے اور اخبار بھی شائع کئے جاتے ہیں فتوی کا انتظام بھی کیا جاتا ہے، انجمنیں بھی بنائی جاتی ہیں، وعظ کا بھی انتظام کیا جاتا ہے، یہ سب ہی طریقے دین سیکھنے اور سکھانے کے ہیں اسی طرح تبلیغی جماعت کا جو طریقہ ہے یہ بھی سیکھنے کا بہت مفید طریقہ ہے۔

جس شخص کو نماز، کلمہ، وضوء کچھ نہیں آتا وہ چالیس روز کیلئے جماعت کیساتھ نکل جاتا ہے، تو اس مدت میں اچھا خاصہ سیکھ لیتا ہے، اور پابند ہو جاتا ہے اور پھر آگے ترقی کرتا جاتا ہے، تجربہ اس کا شاہد ہے۔

جو شخص براہ راست قرآن پاک سے مسائل استنباط کر کے بیان کرے اس کیلئے ناسخ ومنسوخ کا علم ہونا ضروری ہے، اور بھی بہت سی چیزوں کا علم ضروری ہے اور جو شخص ائمہ دین کے بیان فرمودہ منقح مسائل کو نقل کرے اس کیلئے علم ناسخ ومنسوخ کا ماہر ہونا ضروری نہیں، اس لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کی بناء پر تبلیغی جماعت کو یا کسی اور کو وعظ وتقریر سے روکنا غلط وبے محل ہے، البتہ جو بات خواہ روایت ہو یا مسئلہ ہو غلط بیان کرے اس پر ضرور تنبیہ کی جائے اور غلطی کو واضح کیا جائے اس میں بھی شفقت اور اصلاح کا جذبہ پورا چاہئے، تحقیر وتذلیل کا ہرگز شائبہ نہ ہو، یہی معاملہ تبلیغی جماعت کے ساتھ کیا جائے یہی دوسرے دینی خدمت کرنیوالوں کے ساتھ کیا جائے، خواہ تقریر وعمل سے کی جائے یا تحریر وتصنیف سے یا افتاء وتدریس یا گشت واجتماع سے وغیرہ وغیرہ۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۸۷/۹/۱۶ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیو بند۔
(فتاوی محمودیہ، ج:۴،ص:۲۳۱ تا ۲۳۵)

تبلیغی جماعت میں دین سیکھنا

سوال: اگر کسی شخص کو نماز جنازہ بھی پڑھنا نہ آتی ہو اور قرآن پاک کی کسی آیت کا مطلب بھی نہیں سمجھتا ہو تو کیا ایسا شخص بھی تبلیغی کام کر سکتا ہے؟

جواب: تبلیغی کام کرنے اور جماعت کا مقصود دین سیکھنا اور سکھانا ہے، بہت بڑی تعداد مسلمانوں کی ایسی ہے جو دین سے بالکل ناواقف تھے تبلیغی جماعت کے ساتھ ایک دو چلے کیلئے نکل گئے، وہاں وضو، عمل، نماز، قرآن پاک، نماز جنازہ بہت کچھ انہوں نے سیکھا، مکان پر رہتے تو اپنے دھندوں میں لگے رہنے کی وجہ سے برسوں بلکہ شاید عمر بھر بھی اس کی نوبت نہ آتی، بعضوں کو بہت سی حدیث یاد ہو گئیں کہ اہل علم کی طرح دین کی معلومات کو بہت سلجھا کر تقریر کر لیتے ہیں، تبلیغی جماعت دین سیکھنے کیلئے مدرسہ کا کام بھی دیتی ہے، جن لوگوں کے پاس اتنا وقت نہ ہو کہ مدرسہ میں داخل ہو کر باقاعدہ پڑھیں ان کیلئے تبلیغی جماعت میں رہ کر دین سیکھنا بہت آسان ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیو بند، ۲۴/۱/۸۸ھ۔
(فتاوی محمودیہ، ج:۴،ص:۲۳۵)

تبلیغی جماعت میں جانے سے ایمان کیسے بنتا ہے؟

سوال: تبلیغی جماعت میں جانے سے دین سمجھ میں آتا ہے، نماز کے فرائض و واجبات یاد ہوتے ہیں، قرآن مجید کی سورتیں، دعائے قنوت اور التحیات وغیرہ یاد ہو جاتے ہیں کتابی تعلیم سننے کی صورت میں اس مذکور وعدو وعید کی باتوں سے بھی فائدہ ہوتا ہے، لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آتی ہے اور

وہ یہ ہے کہ تبلیغی حضرات یہ کہتے ہیں کہ ''جماعت میں جانے سے ایمان بنتا ہے''، تو سوال یہ ہے کہ تبلیغ میں جانے سے ایمان کس طرح بنتا ہے؟ ایمان کا کون سا شعبہ ایسا ہے، جو تبلیغ سے سمجھ میں آتا ہے؟

جواب: اسلامی تعلیمات انسان کو آمادہ کرتی ہے کہ وہ ان پر عمل کرے، اپنی زندگی اسلامی سانچے میں ڈھالے، قرآن کی تلاوت کرے، اللہ کا ذکر کرے، اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرکے دونوں عالم میں سرخ روئی حاصل کرے، ان اعمال کی برکت سے اس کا ایمان وعقیدہ مضبوط ہوگا، یہ سارے کام تبلیغی جماعت سے حاصل ہو سکتے ہیں، اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ''جماعت میں جانے سے ایمان بنتا ہے۔

ایمان بننے کا ایک مطلب ہے کلمہ توحید ''لا الہ الا اللّٰہ'' کے مقتضا پر مکمل عمل کرنا، کہ سب مسلمان اس کلمے کو پڑھتے ہیں، تاہم اذان سن کر مسجد جاتے وقت دوکان دار یا کسان کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ اس سے میری دوکان یا کھیت کا نقصان ہوگا، لیکن اس خیال کو وہ جھٹک دیتا ہے اور مسجد میں اللہ کی عبادت کے لیے حاضر ہوتا ہے، گویا وہ کلمے کے تقاضا پر عامل ہے اور جان ومال اللہ تعالیٰ کی راہ میں لٹا دینے کا جذبہ رکھتا ہے، یہ ''جذبہ قربانی'' آدمی میں تبلیغی جماعت سے پیدا ہوتا ہے، جو اسے اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔

جماعت کی برکت سے آدمی کی ذات میں مجاہدے کی صفات پیدا ہوں گی اور مجاہدے ہی سے یقین پیدا ہوتا ہے، تیرہ سالہ مکی زندگی میں اسی ایمان ویقین کو بنانے کی کوشش کی گئی تھی، مدنی زندگی میں احکام نازل ہوئے تھے۔

تبلیغی جماعات میں ایمان بننے سے یہی یقین کا مضبوط ہونا مراد ہے، جو آدمی کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان ومال کے ذریعہ قربانی دینے پر آمادہ کرتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاوی فلاحیہ، ج: ا، ص: ۵۰۸۔۵۰۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تبلیغ کا فریضہ امت پر عائد ہوا

سوال: ہمارے علاقے میں تبلیغی جماعت والے آتے جاتے ہیں تو ان کے مخالف ایک شخص نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہو گئے تو تبلیغ کا کام ختم ہو گیا کیونکہ ''الیوم اکملت لکم دینکم ''الآیۃ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے البتہ صرف تذکیر باقی ہے جو علماء کا کام ہے اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیے؟

جواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد امت پر تبلیغ کا فریضہ عائد ہوا ہے ''الیوم اکملت لکم دینکم'' الآیۃ میں اتمام دین کا تذکرہ ہے یہ تذکرہ نہیں کہ تمام امت کو مکمل دین کا علم حاصل ہوا ہے اور کوئی فرد جاہل نہیں رہا ہے۔ فافھم . (فتاوی فریدیہ، ج:۱،ص:۱۸۱)

تبلیغی جماعت والوں کا چھ نمبر کے دائرہ میں رہ کر کام کرنا

سوال: معظم ومحترم حضرت مفتی صاحب ادام اللہ ظلہم ، بعد سلام مسنون! ''غیر عالم کا وعظ کہنا'' اس کے متعلق حضرت والا کا تفصیلی مدلل فتوی دیکھا ماشاء اللہ بہت مدلل اور بصیرت افروز ہے اور یہ بالکل صحیح ہے کہ وعظ گوئی اور تذکیر صرف علماء کا منصب ہے، اس وقت مزید ایک دو باتیں حضرت والا سے دریافت کرنا چاہتا ہوں امید ہے کہ جواب مرمت فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

آج کل خدا کے فضل وکرم سے تبلیغی جماعت کا کام بہت وسیع ہو گیا ہے بہت سے لوگوں کو اس سے فیض پہنچا ہے اور ان کی زندگی میں انقلاب آیا ہے، آخرت کی فکر پیدا ہوئی وہ لوگ اپنی اصلاح کی نیت سے وقتاً فوقتاً جماعت میں نکلتے ہیں، جماعت میں نکلنے والوں کیلئے جماعت کے اکابرین نے چھ نمبر مرتب فرمائے ہیں اور ہر ایک کو یہ ہدایت ہوتی ہے کہ وہ ان چھ نمبروں کے دائرہ ہی میں رہ کر دینی دعوت کا کام کریں، دینی دعوت دینے کیلئے کچھ نہ کچھ بیان کرنا ہی پڑتا ہے تبلیغی کارکن ان ہی چھ نمبروں

کے دائرہ میں رہ عوام الناس کو دین کی پابندی، فرائض کی پابندی، آخرت کی فکر پیدا کرنے کیلئے کچھ بیان کریں تو جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ اس کام کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے اعتراض کرتے ہیں ان کا یہ فعل کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

جواب: غیر عالم کا وعظ کہنا ممنوع ہے لیکن تبلیغ جس کا دائرہ کار چھ نمبروں کے اندر محدود ہے اور ان چھ نمبروں سے متعلق جو کتاب تبلیغی اکابرین نے مرتب فرمائی ہے اسی کے اندر رہ کر دعوت دی جائے اس سے تجاوز کر کے اپنی طرف سے اضافہ اور استنباط نہ کیا جائے تو یہ کام واقف مسلمان کر سکتا ہے اس کے لیے عالم ہونا ضروری نہیں ہے "تبلیغ علماء کا کام ہے جاہل کا نہیں" اس اعتراض کا جواب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ نے تحریر فرمایا ہے، وہ ملاحظہ ہو۔

اعتراض دراصل "تبلیغ" و "وعظ" میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے وعظ درحقیقت صرف عالموں کا کام ہے، جاہلوں کو وعظ کہنا جائز نہیں ہے، اس کیلئے عالم ہونا بہت ضروری ہے، تاکہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ شریعت کے موافق ہو، کوئی چیز اس میں قرآن وحدیث کے خلاف نہ کہی جا سکے، اور تبلیغ جس کے معنی صرف پیام پہنچا دینے کے ہیں، کوئی پیام کسی کے ہاتھ بھیج دینے کے واسطے اس کا عالم ہونا بالکل ضروری نہیں ہے نظام الدین کی تبلیغی جماعت پر یہ اشکال بالکل وارد نہیں ہوتا اس لئے کہ ان کی تبلیغ میں صرف چھ نمبر متعینہ بتائے جاتے ہیں، انہی کی مشق کرائی جاتی ہے اور انہی کو پیام کے طور پر لے جا کر شہر در شہر ملک در ملک بھیجا جاتا ہے، ان کے اصول میں یہ بھی ہے کہ چھ نمبروں کے ساتھ ساتواں نمبر یہ ہے کہ ان چھ امور کے علاوہ کسی دوسری چیز میں مشغول نہ ہوں۔ (جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات، ص: ۲۷۔۲۸)

تبلیغی کام کرنے والوں کی برائی کرنا، مخالفت کرنا ان کو ذلیل کرنا قطعاً ناجائز اور حرام ہے اور نفس تبلیغ اور دین کو نقصان پہنچانا ہے البتہ اگر وہ کوئی شرعی غلطی کا ارتکاب کریں تو جس طرح ہم اپنے

بھائی کو نصیحت کرتے ہیں اسی طرح ان کو بھی نصیحت کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاوی رحیمیہ، ج:۳،ص:۱۵۹، دارالاشاعت کراچی)

دعوت وتبلیغ کے لئے گھر گھر جانا

سوال: کیا دعوت وتبلیغ کیلئے گھر گھر جانے کا احادیث میں ثبوت ہے؟

جواب: احادیث اور سیرت کی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو انفراداً واجتماعاً دعوت دیتے تھے صرف گھر گھر جا کر نہیں بلکہ آپ کبھی طائف کبھی مکہ مکرمہ کے بازاروں میں تشریف لے جاتے نیز حج کے موسم میں بھی لوگوں کے پاس جاتے تھے اور دعوت وتبلیغ کرتے تھے۔ ملاحظہ ہو:

علامہ ابن قیم جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فخرج الى الطائف هو وزيد بن حارثة يدعوا الى اللّٰه تعالىٰ وأقام به أياما فلم يجيبوه وآذوه وأخرجوه وقاموا له سماطين فرجموه بالحجارة حتىٰ آدموا كعبيه فانصرف عنهم رسول اللّٰه ﷺ راجعا الى مكة....الخ. (زاد المعاد، ١/٩٨)

بخاری شریف میں ہے:

حديث ذهاب النبي ﷺ الى الطائف لدعوةالناس الى الهداية تحت كتاب بدء الخلق: باب ذكر الملائكة: وفي التوحيد: باب وكان سميعا بصيراً وكذا في مسلم تحت كتاب الجهاد: باب مالقى النبي ﷺ من اذى المشركين والمنافقين و فيه بعد أن اذى المشركون رسول اللّٰه ﷺ اتاه جبريل عليه الصلاة والسلام حتىٰ يطبق على أهل الطائف أخشبى مكة بأمر ربنا ولكن ماأراد هذا نبينا عليه الصلاة و السلام بل

دعـالهـم بـالهـداية و الرشادو معرفة النور عن الضلالة و لقد استجاب اللّٰه دعوته..الخ.

(بخاری شریف، ٣١٢٨/٤٥٨/١، ٢/ ٧٠٩١/١٠٩٩، مسلم شریف ، ١٠٩/٢)

ثـم ان نبيـنـا كـان يـذهـب الـى الأسواق ايضا لدعوة الناس كما أنه ذهب الى بيـوت الـنـاس لـدعوتهم الى شريعتنا المطهرة و كان يسعى لاخراج الناس من الضلالة الى النور بدليل ما اورده من الأقوال و الأحاديث.

ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قـال الامـام أحـمـد حدثنا ابراهيم بن ابى العباس حدثنا عبدالرحمٰن بن ابى الـزناد عن ابيه قال : أخبرنى رجل يقال له : ربيعة بن عباد من بنى الديل كان جاهليا فـأسلم قال رأيت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فى الجاهلية فى سوق ذى المجاز وهـو يقول "يا أيهاالناس قولوا لااله الا اللّٰه تفلحوا" والناس مجتمعون ووراء ه رجل وضـيء الـوجه أحول ذوغديرتين يقول: انه صابى كاذب يتبـعه حيث ذهب فسألت عـنـه فـقالوا: هذا عمه ابو لهب ثم رواه هو والبيهقى من حديث عبدالرحمٰن بن ابى الزناد بنحوه .

وقـال البيهـقى أيضا حدثنا أبو طاهر الفقيه حدثنا أبو بكر محمد بن الحسن الـقـطـان حـدثـنـا أبـو الأزهـر حـدثـنا محمد بن عبداللّٰه الأنصارى حدثنا محمد بن عـمـرعـن مـحـمـد بـن المنكدر عن ربيعة الديلمى قال رأيت رسول اللّٰه ﷺ بذى الـمـجـاز يتبع الناس فى منازلهم يدعوهم الى اللّٰه و وراء ه رجل أحول تقد وجنتاه و هـو يـقـول يـا ايهـا الـناس لايغرنكم هذا عن دينكم و دين آبائكم قلت من هذا؟ قيل ابولهب. (البداية والنهاية ٦/٣ ٤ باب الامر بابلاغ الرسالة واخرجه الحاكم فى المستدرك

١/٤٢/٣٨ وقال هذا حديث صحيح على شرط الشيخين و وافقه الذهبى)

والمقصود ان رسول اللّٰه استمر يدعوا الى اللّٰه تعالىٰ ليلاً ونهاراًسراً و جهاراً لايصرفه عن ذلك صارف ولا يرده عن ذلك راد ولايصده عن ذلك صاد يتبع الناس فى أنديتهم ومجامعهم ومحافلهم و فى المواسم و مواقع الحج يدعو من لقيه من حر وعبد و ضعيف و قوى وغنى وفقير جميع الخلق فى ذلك عنده شرع سواء و تسلط عليه و على من اتبعه من آحاد الناس من ضعفائهم الأشداء الأقوياء من مشركى قريش بالأذية القولية الفعلية. (البداية والنهاية ٤٦/٣ باب بابلاغ الرسالة)۔

واللّٰہ اعلم ۔ (فتاوی دارالعلوم زکریا، ج:۱،ص:۴۴۶ تا ۴۴۸)

عمل کے بغیر دعوت

سوال: ہمارے محلّہ میں ایک صاحب دعوت وتبلیغ کے کام سے جڑے ہوئے ہیں، ان کے بارے میں لوگوں کا تاثر یہ ہے کہ وہ لوگوں کونیکی کی طرف دعوت دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، لیکن خوداس پرعمل نہیں کرتے، اس لیےلوگوں کا خیال ہے کہ انہیں دوسروں کودعوت دینے سے احتیاط کرنی چاہیے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے: "**لم تقولون مالا تفعلون**"۔اس سلسلہ میں صحیح بات کیا؟ اگرایک آدمی خودکسی گناہ سے نہ بچ سکےتو کیا وہ دوسروں کواس گناہ سے بچنے کی دعوت دے سکتا ہے؟

جواب: عمل سے دعوت میں تاثیرہوتی ہے،اس لیے بہترطریقہ یہ ہے کہ جس نیکی کی دعوت دی جائے، پہلے اس پرخودعمل کیا جائے اورجس برائی سے روکا جائے پہلے اس سے خود بچایا جائے، لیکن ایسانہیں ہے کہ اگرکوئی شخص کسی بات پرعمل سے محروم ہو،تو وہ دوسروں کواس دعوت کی ہی نہ دے، کیوں

کہ معروف پر عمل کرنا اور منکر سے روکنا ایک مستقل فریضہ ہے اور خود معروف پر عمل کرنا اور منکر سے بچنا مستقل فریضہ ہے، اگر کوئی شخص ایک فریضہ کو ادا کرنے سے محروم ہو، تو ضروری نہیں کہ وہ دوسرے فریضہ سے بھی منہ موڑ لے، اگر وہ دوسرں کو دعوت دے تو کم سے کم ایک گناہ سے تو محفوظ رہے گا، چنانچہ امام عبدالرشید طاہر بخاریؒ نے لکھا ہے کہ:

جو شخص کسی برائی کو دیکھے اور وہ خود بھی اس میں مبتلا ہو تب بھی اس کیلئے اس برائی سے روکنا واجب ہے، اس لیے کہ اس پر ترک منکر بھی واجب ہے اور نہی عن المنکر بھی، اگر ایک واجب کو ترک کرر ہا ہے تو کم سے کم دوسرے واجب کو تو ترک نہ کرے۔

لان الواجب علیہ ترک المنکر وا لنھی عن المنکر واذا ترک أحدھما لایترک الآخر.

اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جب آدمی دوسروں کو دعوت دیتا ہے تو بالآخر خود اس کو بھی اس پر عمل کی توفیق میسر آتی ہے۔

جہاں تک مذکورہ آیت کی بات ہے تو اس کا مقصود یہ ہے کہ جو کام کرتے نہیں ہو، کیوں کہتے ہو تم نے اسے کیا ہے، یعنی جھوٹے ادّعا کی مذمت ہے نہ کہ دعوت کی ممانعت۔ واللہ اعلم۔ (کتاب الفتاوی، ج:۱، ص:۳۸۴، ۳۸۵)

تبلیغی جماعت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں کچھ سنجیدہ حضرات جو صاحب نسبت بزرگ علماء سے بیعت بھی ہیں وہ کہتے ہیں کہ تبلیغی کام ٹھیک نہیں ہے، جو پوری دنیا میں دعوت وتبلیغ کے نام سے چل رہا ہے، جب ان سے معلوم کرتے ہیں کہ اس میں بہت سے علماء کی سرپرستی بھی ہے اور بڑے بڑے مشائخ اور مفتیان کرام کی تائیدات بھی شامل ہیں

،آپ کیوں غلط بتارہے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پیرومرشد شیخ حضرت ....تبلیغی کام سے متفق نہیں تھے،اس لئے یہ غلط ہے،معلوم کرنا ہے کہ کیا واقعی مذکورہ بزرگ اس کام سے متفق نہیں تھے؟ یا ان کو شرح صدر نہیں تھا؟ کیا کسی بزرگ کے کہنے سے تبلیغی جماعت کا کام غلط کہنا ٹھیک ہے، ہمارے یہاں یہ مسئلہ کافی شہرت پارہا ہے دارالافتاء کے فیصلہ پر سب اتفاق کرنے کو تیار ہیں، آپ حضرات اس کو واضح فرما کر فیصلہ فرمادیں۔

جواب: دعوت الی الخیر کی محنت جو "تبلیغی جماعت" کے نام سے سارے عالم میں جاری ہے، اس کے اصول وضوابط اور طریقہ کار پر شرعی اعتبار سے کوئی اشکال نہیں ہے،اس لئے اس کی محنتوں کو مطلقاً غلط قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یہ ممکن ہے کہ اس جماعت سے وابستہ کوئی شخص اپنی حدود سے تجاوز کر کے بے اعتدالی میں مبتلا ہوجائے،لیکن بعض افراد کی غلطی سے پورے نظام کو غلط قرار دینا بجائے خود غلط اور انصاف کے خلاف ہے۔سوال میں ذکر کردہ بزرگ اس جماعت سے متفق تھے یا نہیں؟ اس بارے میں ہمیں تحقیق نہیں ، اگر موصوف واقعۃً اس سے متفق نہ بھی ہوں، پھر بھی ان کی یہ انفرادی رائے اس جماعت کے غلط ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی،اس لئے کہ بڑے بڑے اکابر اہل اللہ کی سرپرستی اسے پہلے بھی حاصل تھی اور اب بھی حاصل ہے۔(مستفاد: فتاوی محمودیہ ۲۱۳/۴، ۲۱۴ ڈابھیل)فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۵/۱۱/۶ھ

الجواب صحیح:شبیر احمد عفا اللہ عنہ

(کتاب النوازل، ج:۲،ص:۳۵۸، ۳۵۹)

کیا تبلیغ نبیوں والا کام ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:(۱)

جماعت والے یہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبیوں والا کام کرتے ہیں، کیا یہ جملہ صحیح ہے؟

(۲) مزید یہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان کی دعوت دیتے ہیں، کیا یہ جملہ کہنا ان کا صحیح ہے؟

جواب: (ا۔۲) دعوت کی دوقسمیں ہیں: (ا) دعوت ایمان یعنی غیر مسلموں کو ایمان کی دعوت پیش کرنا، یہ دعوت ایمان ہے۔ (۲) دعوت اصلاح: یعنی مسلمانوں کو اصلاح کی دعوت پیش کرنا، فرائض وواجبات، سنن ونوافل پر عمل کرنے کا عادی بننے، جنت کی بشارت اور جہنم سے ڈرنے کی دعوت دینا یہ دعوت اصلاح ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام نے ایمان اور اصلاح دونوں کی دعوت پیش کی ہے۔ اور تبلیغی جماعت والے دعوت اصلاح کو لے کر گلی کوچوں میں پھرتے ہیں، کیوں کہ دعوت اصلاح بھی نبیوں کا کام تھا، اس لئے تبلیغ والوں کا یہ کہنا کہ ہم نبیوں والا کام کرتے ہیں صحیح اور درست ہے۔ اور ان کا یہ کہنا کہ ہم ایمان کی دعوت دیتے ہیں، یہ بھی درست ہے، اس لئے کہ ایمان کی دعوت سے ایمان میں ترقی اور زیادتی پیدا کرنے کی دعوت مراد ہے۔ اور حدیث شریف میں ایمان میں زیادتی اور ترقی پیدا کرنے کو بھی ایمان کہا گیا ہے، اس لئے اس پر کوئی اشکال نہیں ہے۔

ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن. (سورة النحل:۱۲۵)

یا ایها الذین اٰمنوا باللّٰه ورسوله . (سورة النساء:۱۳۶)

عن الأسود بن هلال قال : کان معاذ رضی اللّٰه عنه یقول لرجل من اخوانه : اجلس بنا فلنؤمن ساعة، فیجلسان ، یتذاکران اللّٰه ویحمدانه . (مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الایمان والرؤیا ،مؤسسة علوم القرآن، ٦٠٢/١٥،رقم :٣١٠٠٢)

عن ذر قال: کان عمر مما یأخذ بید الرجل والرجلین من اصحابه ،فیقول: قم بنا نزداد ایماناً. (مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الایمان والرؤیا ،مؤسسة علوم القرآن،

(۶۰۳/۱۵

عـن عـطاء بن يسار أن عبدالله بن رواحة قال لـصاحب له: تعال حتى نؤمن ساعة ، قال أولسنا بمؤمنين ؟ قال :بلى، ولكنا نذكر الله فنزداد ايماناً. (شعب الايمان، باب القول فى زيادة الايمان ونقصانه....، مطبع دار الكتب العلمية بيروت ۷۵/۱،رقم : ۵۰)

عن ذر قال: كان عمر بن الخطاب رضى الله عنه ربماأخذ بيد الرجل والرجلين يقول : تعالوا نزداد ايماناً. (شعب الايمان ،باب القول فى زيادة الايمان و نقصانه ...،مطبع دار الكتب العلمية، بيروت ،۷۰/۱،رقم :۳۷)

عن علقمه عن عبدالله انه قال : اجلسوا بنا نزداد ايماناً. (شعب الايمان، باب القول فى زيادة الايمان و نقصانه ...مطبع دار الكتب العلمية، بيروت ،۷۳/۱،رقم :۴۵) ـ فقط والله سبحانه وتعالىٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح
۱۲ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

(فتاوی قاسمیہ،ج:۴،ص:۳۱۴،۳۱۵)

موجودہ تبلیغ کا شرعی ثبوت

سوال:۱.....آج کل جو تبلیغی جماعت کام کر رہی ہے اس جماعت کا طریقہ یہ ہے کہ اس میں ایک امیر جماعت متکلم اور رہبر مقرر کیئے جاتے ہیں، امیر کے ماتحت جماعت قریہ بقریہ شہر بشہر کام

کر رہی ہے، یہ طریقہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں تھا یا نہیں؟ اگر اس زمانہ میں یہ طریقہ تبلیغ موجودہ زمانہ کی تبلیغ کے مطابق نہ ہو تو یہ کام جو نیا ایجاد کیا گیا ہے کس امر میں داخل ہے یعنی بدعت ہے یا بدعت حسنہ ہے؟ آیا ہم لوگوں کو صرف امت مسلمہ ہی کو اسلام کی تبلیغ کرنا چاہئے یا غیر اقوام میں بھی اسلام کی تبلیغ کرنا لازم ہے یا نہیں؟

۲.....مذہب اسلام میں کتنی عیدیں پائی جاتی ہیں موجودہ زمانہ میں میلاد النبی، میلاد محبوب سبحانی منایا جارہا ہے اور بہت سے لوگوں کو کھانا بھی کھلا رہے ہیں ایسی دعوتوں میں جا کر کھانا نوش فرمانا شریعت کے مطابق جائز ہے یا نہیں؟ تفصیل سے معلوم کریں۔

۳.....دنیاوی زندگی سے پہلے کی حالت موت سے تعبیر کی گئی ہے جس کے بعد یہ زندگی ملی ہے، پھر موت آئے گی پھر اس کے بعد دوسری زندگی ملے گی جس کیلئے موت نہیں، یہ زندگی حشر کے دن ملے گی، اب رہی یہ بات کہ زندگی عالم برزخ میں مل رہی ہے، یہ تیسری زندگی کہلائے گی، آیا یہ تیسری زندگی ہم لوگ تسلیم کریں گے، تو قرآن شریف کی آیتوں کے مطلب کے خلاف ہوگا، تو ہم اس زندگی کو تیسری زندگی میں شمار کر سکتے ہیں یا نہیں؟ خلاصہ معلوم کیجئے۔

۴.....غیر اقوام کو حالت سکرات سے ہی عذاب شروع ہونے کے متعلق دلیل حدیث سے اس کا ثبوت ہے یا نہیں؟

محترمی زید احترامہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، الحمد للہ خیریت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.....نفس تبلیغ کا حکم تو کتاب وسنت میں موجود ہے اور ہر زمانہ میں اس پر عمل بھی ہوتا رہا البتہ ہر زمانہ کے حالات کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کے قلوب میں مفید طریقے القاء فرماتے ہیں، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہفتہ میں ایک یا دو دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعود

رضی اللہ عنہ کے پاس لوگ جمع ہوتے اور وہ احادیث سناتے ، مسائل بتایا کرتے تھے، حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ ہفتہ میں ایک دفعہ مسجد نبوی میں ممبر کے قریب کھڑے ہوکر احادیث سنایا کرتے تھے۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ ہر جمعہ کو خطبہ شروع ہونے سے پہلے احادیث سنایا کرتے تھے، حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابودرداءؓ مستقلاً تبلیغ کیا کرتے تھے۔

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے کوفہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس خط لکھا کہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہاں بھیج دیجئے تبلیغ کے لئے ، اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھیجا تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ڈیڑھ ہزار کے قریب اپنے تلامذہ کو لے کر تشریف لے گئے پھر ایک وقت آیا کہ احادیث کو لکھا گیا اور کتابی شکل دی گئی ، جگہ جگہ حدیث سنانے کے حلقے ہوتے تھے، بعض محدثین کے حلقہ میں ایک لاکھ یا اس سے بھی زائد آدمی موجود رہتے تھے (یہ سب مخاطبین مسلمان ہی تھے) پھر ایک وقت آیا کہ مشائخ نے تصوف اور توجہ باطن کے ذریعہ تبلیغ کی ، علماء نے مدارس قائم کیئے ، واعظین نے وعظ کہے۔

غرض یہ امت کسی وقت بھی مجموعی حیثیت سے نفسِ تبلیغ سے کلیۃً غافل نہیں رہی اور ہر ہر طریقہ تبلیغ نہایت مؤثر ومفید ثابت ہوا، ان میں کوئی طریقہ غلط نہیں ، آج کے دور میں تبلیغی جماعت کا طریقہ اصول کی پابندی کے ساتھ نہایت مؤثر ومفید ہے، جس طرح مدارس کے عمل کو نیا طریقہ کہہ کر غلط نہیں کہا جاسکتا اسی طرح تبلیغ کے اس طریقہ کو نیا کہہ کر غلط نہیں کہا جاسکتا، مسلمان کا اپنے اسلام میں پختہ ہونا لازم ہے پھر اس کی غیر مسلموں میں بھی فی الجملہ تبلیغ ہوتی ہے اور مستقلاً بھی ان میں تبلیغ کی ضرورت ہے اور اس کا سلسلہ بھی جاری ہے۔

٢..... یہ عیدیں لوگوں کی گھڑی ہوئی عیدیں ہیں ، شریعت نے نہیں کہا کہ اس دن میں اس طرح جمع کر کے لوگوں کو کھانا کھلانا ، اس لئے ان کو ترک کرنا چاہیئے ۔ شریعت میں دوعیدیں ہیں ، عید

الفطر اور عید الاضحیٰ، ان کے مخصوص احکام بھی موجود ہیں ان کے علاوہ کوئی عید نہیں ہے۔

۳.....قرآن کریم کی ایک آیت: "من عمل صالحاً من ذکر أو أنثی وهو مؤمن، فلنحيينه حياة طيبة (الآية)". میں حیات طیبہ کا مصداق حیات برزخی بھی ہے جیسا کہ تفسیر "مفاتیح الغیب"، میں مذکور ہے۔

۴.....عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع میں ہے کہ جس کو مشکوٰۃ شریف، ص:۱۳۹ میں نقل کیا ہے کہ: "ان الكافر اذا احضر بشر بعذاب الله وعقوبته، فليس شيىء أكره اليه مما أمامه، فكره لقاء الله، وكره الله لقائه". "متفق عليه". یہ مستقل عذاب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۹۱/۵/۹ھ۔ (فتاوی محمودیہ، ج:۴، ص:۱۹۷ تا ۲۰۱)

مستقل قوم کا مطلب

سوال: عرصہ ہوا تبلیغی جماعت کے متعلق آپ سے سوال کیا گیا تھا آپ نے نہایت اطمینان بخش جواب دیا تھا، پھر میں کتابوں کے مطالعہ میں مصروف ہوا، بریلویوں کی ضد سامنے آئی اور یہی خیال کرتا رہا کہ یہ لوگ ضدی ہوتے ہیں مگر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ کا ارشاد کتاب مسمی "دینی دعوت" نظر کے سامنے ہے، جس کے ص:۲۲۶ پر یہ تحریر ہے کہ:

"ایک مرتبہ حضرت موصوف نے اپنے عزیز مولوی ظہیر الحسن ایم، اے، علیگ سے فرمایا جو ایک وسیع النظر عالم بھی ہیں۔

ظہیر الحسن! میرا مدعا کوئی پاتا نہیں، لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ تحریک تحریکِ صلوۃ ہے، میں قسم سے کہتا ہوں کہ یہ ہرگز تحریکِ صلوۃ نہیں۔

ایک روز بڑے حسرت سے فرمایا: میاں ظہیر الحسن! ایک نئی قوم پیدا کرنی ہے"۔

دوسال پیشتر جو استفسار کیا گیا تھا اور موجودہ تحریر کردہ عبارت میں بڑا فرق ہے، دماغ پریشانیوں سے دوچار ہورہا ہے۔علاوہ ازیں کتاب مسمی ''اصول دعوت تبلیغ'' بھی سامنے ہے جو حضرت مولانا عبدالرحیم رحمہ اللہ قبلہ کی تقریر کا مجموعہ ہے:

''وہ آیات واحادیث جو جہاد سے متعلق ہیں ان کو موجودہ تبلیغ پر چسپاں کیا جاتا ہے، اس عبارت پر مولانا موصوف نے تبلیغی جماعت کے لوگوں سے دلیل بھی طلب کی ہے کہ جہاد کی آیتوں اور احادیث کو موجودہ تبلیغ پر چسپاں کرنے سے پہلے دلیل دیں''

دیکھیئے! کس قدر تضاد ہے،امید کہ شافی جواب دے کر بے چینی کو دور فرمائیں گے۔

جواب: اس خط کشیدہ عبارت اور گذشتہ فتوی جس کی عبارت میں بڑا فرق آپ کو محسوس ہوتا ہے بہتر یہ تھا کہ اس فتوی کو بھی ساتھ بھیج دیتے تاکہ دونوں کو دیکھ کر فرق سمجھ لیا جاتا اور جواب دیا جاتا،مگر آپ نے ایسا نہیں کیا،اس فتوی کا نمبر لکھا نہ تاریخ تاکہ رجسٹر نقول فتاوی میں اس کو تلاش کرلیا جاتا۔

یہ بات صحیح ہے کہ اس تبلیغی کام کا مقصد تحریک صلوۃ تک محدود نہیں ہے بلکہ مقصد کی توضیح وتشریح ہے،خود حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ صاحب نے جو کچھ فرمائی ہے وہ یہ ہے:

''ہماری جماعت کا اصل مقصد ہے کہ مسلمانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین پورا پورا سکھا دیا جائے یہ تو ہمارا اصل مقصود ہے، رہی قافلوں کی چلت پھرت تو یہ اس مقصد کیلئے ابتدائی ذریعہ ہے اور کلمہ اور نماز کی تلقین گویا ہمارے پورے نصاب کی الف، ب، ت ہے''۔

یہ عبارت کتاب ''چھ باتیں'' کے آخر میں تبلیغی کام کرنیوالوں کو ہدایات کے تحت نمبر:۳۰ پر منقول ہے اس پر کوئی اعتراض ہو تو لکھئے۔

شاید نئی قوم پر آپ کو اشکال ہو تو سنئے کہ دنیا میں ایک قوم شب وروز تجارت کی جدوجہد میں لگی ہوئی ہے، اس کی تمام قوتیں اور صلاحتیں اس میں خرچ ہوتی ہیں، مکان میں ہے تو یہی تذکرہ ہے، مسجد

میں تب بھی ذہن اس فکر سے خالی نہیں، سفر ہے تو اسی لئے ہے، غرض مقصد حیات خواہ عملی طور پر سہی، یہی قرار دے رکھا ہے۔

ایک قوم زراعت میں مشغول ہے، اس کا بھی یہی حال ہے کہ ہر وقت اسی کی فکر دامن گیر ہے، حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ صاحب کا مقصد یہ ہے کہ ایک قوم ایسی پیدا ہو جس کا مقصد حیات دینی جدو جہد ہو اس کی ہر قوت اور صلاحیت اسی لئے ہو، ایک روز، تین روز، چلے، برس، عمر اس کے لئے وہ طلب فرماتے تھے اور چاہتے تھے کہ تمام دنیا میں اسی مقصد کو اصل قرار دے کر دوسرے مقاصد ضمنی ہو جائیں، اس پر کیا اعتراض ہے۔

کتاب ''اصول دعوت تبلیغ'' میرے پاس نہیں، میں نے نہیں پڑھی، اس کا اعتراض آپ نے نقل کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ دو چیزیں ہیں: ایک خدا کے راستہ میں قتل ہو جانا، اس کا جو اجر وثواب ہے وہ اسی سے حاصل ہوگا اور دوسری چیز ہے جہاد، تو اس کا مفہوم قرآن وحدیث کی روشنی میں بہت عام ہے، دین کیلئے جو کچھ جدو جہد ہو وہ جہاد ہے حتی کہ دین کی تعلیم دینا، کتاب تصنیف کرنا، وعظ کرنا، مخالفین کے اعتراضات کا جواب دینا، مسئلہ بتانا، سب ہی جہاد ہے، وہ قتل ہونے کے ساتھ مخصوص نہیں، اس لئے امام نووی رحمہ اللہ نے جہاد کی تیرہ قسمیں لکھی ہیں۔

قرآن کریم میں ہے: ''**والذین جاهدوا فینالنهدینهم سبلنا**'' اور ''**یاأیهاالنبی جاهد الکفاروالمنافقین**'' اور حدیث شریف: **رجعنامن الجهادالأصغرالی الجهاد الاکبر**.

آپ چونکہ عالم ہیں اس لئے ترجمہ کی ضرورت نہیں سمجھتی، آپ خود سمجھتے ہیں کہ یہاں جہاد سے کیا مراد ہے۔

لہٰذا جہاد کو تلوار کے ساتھ خاص کر دینا قرآن وحدیث کی رو سے غلط اور بالکل غلط ہے بلکہ جہاد کی آیات واحادیث عام ہیں، سب قسموں کو شامل ہیں، اسی طرح خروج فی سبیل اللہ کا مفہوم بھی عام

ہے۔حدیث:

”من اغبرت قدماہ فی سبیل اللّٰہ ،حرمہ اللّٰہ علی النار“.

کوحضرت بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الجہاد،ص:۳۹۴ میں بھی بیان کیا ہےاور جمعہ کی نماز کے بیان میں بھی لیاہے،یعنی جمعہ کی نماز کیلئے جانے پر وہی اجر ہے جو کہ قتال فی سبیل اللہ کیلئے جانے پر ہے،کیا آپ امام بخاری رحمہ اللہ پر بھی اعتراض فرمائیں گے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ،دارالعلوم دیوبند۔(فتاوی محمودیہ،ج:۴،ص:۲۹۶تا۲۹۹)

تبلیغی جماعت کا فیضان،ایک سوال کا جواب

سوال: آپ کی خدمت اقدس میں ایک پرچہ بنام ”تبلیغی جماعت،احادیث کی روشنی میں“ جوطیبہ مسجد کے مولانا نے کسی شخص ریاض احمد کے نام سے بٹوایا ہے،پیش خدمت ہے،اس میں من جملہ اور باتوں کے تیسری حدیث میں تحریر کیا ہے:”انہیں جہاں پانا قتل کردینا کہ قیامت کے دن ان کے قاتل کیلئے بڑا اجروثواب ہے“۔(بخاری جلد:۲،ص:۱۰۲۴)ایک بات عرض خدمت ہے کہ واقعی بعض حضرات اس جماعت کے بہت جلد مشتعل ہوجاتے ہیں اور بجائے کسی اعتراض اور سوال کے جواب دینے کے یا قائل کرنے کے ہاتھا پائی اور حد یہ ہے کہ گالی گلوچ پر بھی اتر آتے ہیں۔دوسرے یہ کہ لوگ کافی حد تک صرف کتاب پڑھنا اوّلین فرض سمجھتے ہیں،مگر عملی زندگی میں اکرام مسلم وغیرہ سے تعلق نہیں ،یہ سنی سنائی بات نہیں بلکہ میرا ذاتی مشاہدہ ہے۔سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ لوگ برسہا برس لگالیں گے مگر چھ نکات سے آگے نہیں نکلتے ،اور صرف تبلیغی نصاب ہی پڑھتے ہیں،قرآن پاک سے استفادہ نہیں کرتے ،جبکہ مسلمان کیلئے قرآن کریم ہی سب کچھ ہے،جس کی تشریحات احادیث نبوی سے ملتی ہیں،ان سے جب قرآن پاک کا ذکر کرو تو کہتے ہیں کہ:”صحابہ کرامؓ نے پہلے ایمان سیکھا،پھر قرآن“ اور یہ لوگ برسہا برس لگانے کے بعد بھی ایمان ہی سکھاتے رہتے ہیں،قرآن پر کبھی نہیں آتے ، بلکہ کئی

لوگ اس پر مشتعل ہو گئے اور لڑنے لگے۔ گو میں تبلیغی جماعت سے تقریباً دس سال سے منسلک ہوں، مگر کچھ عرصے سے میرا دل اس جماعت سے ہٹ سا گیا ہے، خصوصاً اب اس پرچے کی روشنی میں بالکل دوراہے پر کھڑا ہوں۔ براہ کرم رہنمائی فرمائیں، اس پر تفصیلی روشنی ڈالیں تا کہ میں فیصلہ کرسکوں کہ کونسا راستہ ٹھیک ہے اور یہ احادیث کن لوگوں کے لئے ہیں؟

جواب: تبلیغی جماعت کے بارے میں جناب ریاض احمد صاحب کا جو اشتہار آپ نے بھیجا ہے، اس قسم کی چیزیں تو میری نظر سے پہلے بھی گزرتی رہی ہیں، ان کا تو براہ راست تبلیغی جماعت پر نہیں بلکہ علمائے دیوبند پر اعتراض ہے، جس کو وہ ''دیوبندی فتنہ'' سے تعبیر کرتے ہیں، نعوذ باللہ! حالانکہ حضراتِ علمائے دیوبند سے اللہ تعالیٰ نے دینی خدمات کا جو کام گزشتہ صدی میں لیا ہے وہ ہر آنکھوں والے کے سامنے ہے۔ جو احادیث شریفہ ریاض احمد صاحب نے نقل کی ہیں، شراح حدیث کا اتفاق ہے کہ وہ ان خوارج کے متعلق ہیں جنہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانے میں ان کے خلاف خروج کیا تھا اور وہ حضرت عثمان، حضرت علی اور دیگر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نعوذ باللہ بُرے الفاظ سے یاد کرتے تھے۔ علمائے دیوبند کا یا تبلیغی جماعت کا ان سے رشتہ جوڑنا، اور خوارج کے بارے میں جو احادیث وارد ہیں ان کو نہ صرف عام مسلمانوں پر، بلکہ اکابر اولیاء اللہ (حضرت قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت اقدس مولانا مفتی محمد شفیعؒ، حضرت اقدس مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، حضرت شیخ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ وغیرہم) پر چسپاں کرنا، نہایت ظلم ہے۔ ان اکابر کی زندگیاں علوم نبوت کی نشر و اشاعت اور ذکر الٰہی کو قلوب میں راسخ کرنے میں گزریں، تمام فتنوں کے مقابلے میں یہ حضرات سینہ سپر رہے اور دین میں کسی ادنیٰ تحریف کو انہوں نے کبھی برداشت نہیں کیا۔ یہ حضرات خود اتباع سنت کے پتلے تھے اور اپنے متعلقین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و آداب پر مر مٹنے کی تعلیم دیتے تھے۔ جن لوگوں کو

ان اکابرؒ کی خدمت میں حاضری کی کبھی توفیق نہیں ہوئی، وہ تو بے چارے جو چاہیں کہتے پھریں، لیکن جن لوگوں کو خود برسہا برس تک ان اکابرؒ کی خفی وجلی محفلوں میں حاضری میسر آئی ہو، وہ ان کے تمام احوال وکوائف کے چشم دید گواہ ہیں، ان کو معلوم ہے کہ یہ حضرات کیا تھے؟ بہرحال کفار ومنافقین کے بارے میں جو آیات واحادیث آئی ہیں، ان کو اولیاء اللہ پر چسپاں کرنا ظلم عظیم ہے اور یہ ظلم ان اکابرؒ پر نہیں، کہ وہ تو جس ذات عالی کی رضا پر مرمٹے تھے اس کی بارگاہ میں پہنچ چکے ہیں، ان کو اب کسی کی مدح وذم کا کوئی فائدہ یا نقصان نہیں، جو لوگ ان اکابرؒ پر طعن کرتے ہیں وہ خود اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں اور اپنی جان پر ظلم کرتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو لوگ کیا کیا نہیں کہتے؟ مگر لوگوں کی بدگوئی کا ان اکابرؓ کو کیا نقصان ہے؟ یہ دونوں اکابرؓ آج تک صحبت نبوی کے مزے لوٹ رہے ہیں، لیکن بدگوئی کرنے والوں کو اس سے بھی عبرت نہیں ہوتی۔ یہی سنت اکابر دیوبند میں بھی جاری ہوئی، یہ اکابرؒ حق تعالیٰ شانہ کی رضا ورحمت کی آغوش میں جا چکے ہیں، اور ان کے بدگوئی کرنے والے مفت میں اپنا ایمان برباد کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے حال پر رحم فرمائیں۔

رہا آپ کا یہ ارشاد: ’’تبلیغ والے کسی سوال کا جواب دینے کے بجائے ہاتھا پائی یا گالی گلوچ پر اتر آتے ہیں‘‘، ممکن ہے آپ کو ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا ہو، لیکن اس ناکارہ کا قریباً چالیس برس سے اکابر تبلیغ کو دیکھنے اور ان کے پاس بیٹھنے اور ان کی باتیں سننے کا موقع مل رہا ہے، میرے سامنے تو کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا۔

اور آپ کا یہ ارشاد کہ: ’’تبلیغ والے چھ نمبروں سے نکلتے اور دین کی دوسری مہمات کی طرف توجہ نہیں دیتے‘‘ یہ بھی کم از کم میرے مشاہدے کے خلاف ہے، ہزاروں مثالیں تو میرے سامنے ہیں کہ تبلیغ میں لگنے سے پہلے وہ بالکل آزاد تھے اور تبلیغ میں لگنے کے بعد انہوں نے نہ صرف خود قرآن کریم پڑھا، بلکہ اپنی اولاد کو بھی قرآن مجید حفظ کرایا اور انگریزی پڑھانے کے بجائے انہیں دینی تعلیم میں لگایا، دینی مدارس قائم کئے، مسجدیں آباد کیں، حلال اور حرام اور جائز وناجائز کی ان کے دل میں فکر پیدا ہوئی، اور وہ ہر

چھوٹی بڑی بات میں دینی مسائل دریافت کرنے لگے۔ بہت ممکن ہے کہ بعض کچے قسم کے لوگوں سے کوتاہیاں ہوتی ہوں، لیکن اس کی ذمہ داری تبلیغ پر ڈال دینا، ایسا ہی ہوگا کہ مسلمانوں کی بدعملیوں کی ذمہ داری اسلام پر ڈال کر نعوذ باللہ اسلام ہی کو بدنام کیا جانے لگے۔ جس طرح ایک مسلمان کی بدعملی یا کوتاہی اسلام پر صحیح عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہے، نہ کہ نعوذ باللہ اسلام کی وجہ سے، اسی طرح کسی تبلیغ والے کی کوتاہی یا بدعملی بھی تبلیغ کے کام کو پوری طرح ہضم نہ کرنے کی وجہ سے ہوسکتی ہے، نہ کہ خود تبلیغی کام کی وجہ سے، اور لائق ملامت اگر ہے تو وہ فرد ہے، نہ کہ تبلیغ۔

آپ نے لکھا ہے کہ آپ تقریباً دس سال سے تبلیغ سے منسلک ہیں، مگر اب آپ کا دل اس سے ہٹ گیا ہے، یہ تو معلوم نہیں کہ دس سال تک آپ نے تبلیغ میں کتنا وقت لگایا؟ تاہم دل ہٹ جانے کی ایک وجہ یہ بھی وہ سکتی ہے کہ تبلیغ جیسے اونچے کام کیلئے اصولوں اور آداب کی رعایت کی ضرورت ہے، وہ آپ سے نہیں ہوسکی، اس صورت میں آپ کو اپنی کوتاہی پر توبہ واستغفار کرنا چاہئے اور یہ دعا بہت ہی الحاح وزاری کے ساتھ پڑھنی چاہئے:

"اللهم انی اعوذ بک عن الحور بعد الكور ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذهديتنا وهب لنا من لدنک رحمة انک انت الوهاب"۔

(آپ کے مسائل اور انکا حل، اضافہ وتخریج شدہ ایڈیشن، ج:۸، ص:۲۲۵ تا ۲۲۷)

تبلیغی جماعت سے متعلق چند سوال

سوال: تبلیغی جماعت والے کیسے لوگ ہیں؟

جواب: بہت اچھے لوگ ہیں، اپنے دین کیلئے مشقت اٹھاتے ہیں۔

سوال: تبلیغی جماعت والے کہتے ہیں کہ اللہ کے راستے میں نکلو، اللہ کے راستے میں ایک نماز

کا ثواب انچاس کروڑ نمازوں کے برابر ہے، لیکن میں نے سنا ہے کہ یہ ثواب جہاد فی سبیل اللہ میں ہے؟

جواب: تبلیغی کام بھی جہاد فی سبیل اللہ کے حکم میں ہے۔

سوال: تبلیغی حضرات کہتے ہیں کہ انفرادی عمل سے اجتماعی عمل افضل ہے۔

جواب: اجتماعی کام میں شریک ہونا چاہئے، لیکن دوسرے وقت میں اپنے انفرادی اعمال کا بھی اہتمام کرنا چاہئے۔ (آپ کے مسائل اور انکا حل، اضافہ وتخریج شدہ ایڈیشن، ج:۸،ص:۲۰۰)

دعوت وتبلیغ کے بارے میں چند سوالات کے جوابات

(۱) :قرآن وحدیث میں کہاں سے ثابت ہے کہ جماعت میں جانا ضروری ہے؟

(۲) :عورتوں کیلئے کہاں ثابت ہے کہ جماعت میں جانا ضروری ہے؟

(۳) :ایک چلہ اور چار مہینہ جانا کہاں سے ثابت ہے؟

(۴) :ہم غیر مسلمان کو دعوت کیوں نہیں دیتے ہیں؟

(۵) :اجتماع اور جوڑ کیوں رکھا جاتا ہے اور کہاں سے ثابت ہے؟

(۶) :نماز کیلئے کسی کو دعوت دینا کہاں سے ثابت ہے؟

(۷) :اگر کوئی تبلیغ جماعت کو بدعت کہتا ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب:(۱) احادیث میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تبلیغ کیلئے جانا کثرت سے موجود ہے۔ طائف میں پتھر کھانا اور مکہ معظّمہ کے بازاروں میں تبلیغ ہی کیلئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے تھے علاوہ ازیں صحابہ کرام بھی کثرت سے تبلیغ دین کیلئے تشریف لے جاتے تھے۔

(۲) :عورتیں پردہ اور محرم کے ساتھ تبلیغ کیلئے جاسکتی ہیں، ظاہر ہے کہ مرد عورتوں میں اتنی زیادہ مؤثر تبلیغ نہیں کرسکتی جتنی عورتیں کرسکتی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آنحضور صلی اللہ

علیہ وسلم کی دوسری ازواج مطہرات مبلّغہ تھیں۔

(۳) :ایک چلہ اور چار مہینے کیلئے جانا ضروری نہیں آپ ایک سال کیلئے بھی جاسکتے ہیں البتہ چلے میں اللہ تعالیٰ نے یہ برکت رکھی ہے کہ اس میں کچا پکا کامل ہوجاتا ہے، حضرت موسی علیہ الصلاۃ والسلام کی چالیس دن عبادت اوراس کے بعد تورات کا ملنا خود قرآن میں مذکور ہے۔

(۴) :مسلمانوں میں قبول کرنے کی امید زیادہ ہے اس لئے مسلمانوں میں تبلیغ ہورہی ہے، نیز مسلمان پہلے اپنے آپ کو آنحضور ﷺ کا نمونہ بنائیں اس کے بعد کافروں میں تبلیغ مؤثر ہوگی نیز جو حضرات کافروں میں تبلیغ کرنا چاہتے ہیں وہ ساتھیوں کو لیکر کافروں میں خوشی سے تبلیغ کرے مگر مسلمانوں میں تبلیغ جیسے اہم کام سے کسی کو نہ روکے۔

(۵) :احادیث میں اجتماعی شکل میں صحابہ کرام کا جانا تعلیم وتبلیغ کیلئے موجود ہے۔

(٦) :صحابہ کرام سے ثابت ہے۔

(۷) :تبلیغی جماعت کو بدعت کہنا گناہ کی بات ہے ایسے شخص کو توبہ کرنا چاہئے۔ واللہ اعلم۔

(فتاوی دار العلوم زکریا، ج:۱،ص:۴۵۰۔۴۵۱)

کیا تبلیغ کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے؟

سوال: کیا دین اسلام کی تبلیغ کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے؟ جبکہ یہ کام تو احسن طریقے پر علمائے کرام ہی کرسکتے ہیں، قرآن پاک اور حدیث نبوی کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

جواب: اس کی تبلیغ وہ بھی کرسکتا ہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ’’**بلغوا عنی ولو آیة**‘‘. (مشکوۃ، ج:۱،ص:۳۲)

سوال: جس آدمی کا خود کلمہ نماز درست نہ ہو، تو کیا اس پر بھی دین اسلام کی تبلیغ کرنا فرض

ہے؟اگر ہےتو ایسا شخص کس طرح تبلیغ کرے؟ بے عمل آدمی بھی تبلیغ کرے یا نہیں؟

جواب: ایسے آدمی کو خود اپنے آپ کو تبلیغ کرنا فرض ہے، اور یہ تبلیغ اسی صورت میں ہوسکتی ہے، جبکہ اپنے ماحول کو چھوڑ کر تبلیغ والوں کے ساتھ جائے، تاکہ اس کو معلوم ہو کہ میرے اندر کیا کیا کوتاہیاں ہیں؟ ان کوتاہیوں کی اصلاح کرے۔ (آپ کے مسائل اور انکا حل، اضافہ وتخریج شدہ ایڈیشن، ج:۸، ص:۱۸۳)

اصلاح مدرسہ میں ہے یا تبلیغی جماعت میں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں ابھی ایک چلہ کیلئے تبلیغی جماعت میں گیا تھا، ہر ایک مبلغ نے اس بات پر زور دیا کہ جماعت میں نکلنے ہی سے دین وایمان بنتا ہے اور ہر عمل پر سات لاکھ کا ثواب ملتا ہے، خواہ کیسا ہی بگڑا ہوا آدمی ہو، جماعت میں ٹھیک ہوجاتا ہے اور جماعت کا بگڑا ہوکہیں بھی ٹھیک نہیں ہوسکتا، مرکز نظام الدین کے بڑوں کی بات اتنی اہمیت اور اس انداز سے بیان کرتے ہیں کہ قرآن وحدیث کو اس انداز سے نہیں بیان کرسکتے، میں عجیب تشویش میں مبتلا ہوں کہ جماعت میں نکلنے ہی سے سب کچھ حاصل ہوتا ہے، تو مدرسوں میں پڑھنے پڑھانے والے قلیل تنخواہ پر اپنی زندگی کھپاتے ہیں، ان کا کس عمل سے موازنہ ہوگا؟ جماعت میں موٹر گاڑیوں کی سہولت، کھانے پینے کی فراوانی اور مدرسوں میں پڑھنے والوں کی خستہ خالی کسی کسی چھوٹے مدرسہ میں کتنی تنگی ہوتی ہے، تو مدرسوں سے تعلق رکھنے والوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں؟

جواب: اس دور میں اصلاح کے تین طریقے مشہور ومعروف ہیں: (۱) مدارس (۲) خانقاہیں (۳) تبلیغی جماعت۔ اب آدمی کو یہ اختیار ہے کہ وہ ان تین طریقوں میں سے جس طریقے کو چاہے اختیار کرے اور عوام الناس جو لوگ کاروبار اور دنیاوی کاموں میں لگے ہوئے ہیں، ان کیلئے

سب سے آسان طریقہ یہی ہے کہ وہ تبلیغی جماعت میں وقت لگائیں اوراس کے ذریعہ اپنی اصلاح کریں اور یہ مشاہدہ کی بات ہے کہ جوآدمی بہت بگڑا ہوا ہوتا ہے، جب اس کا تعلق تبلیغی جماعت سے ہوجاتا ہے تو پھراس کی زندگی میں کافی حدتک تبدیلی آجاتی ہے، مثلاً اگر شرابی ہے تو شراب چھوڑ دیتا ہے، چوری ڈکیتی میں مبتلا رہا ہے تو اس سے تائب ہوجاتا ہے۔ اوراسلام پر عمل کرنے کا جذبہ اس کے اندر پیدا ہوجاتا ہے۔ اورسوال نامہ میں جو یہ لکھا گیا ہے کہ مدارس اور تبلیغی جماعت کے درمیان موازنہ کیسے کیا جائے ، اس کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ موازنہ ایک نوع کی دو چیزوں میں ہوا کرتا ہے، مثلاً دو مدرسے ہیں، کس میں تعلیم بڑھیا ہوتی ہے، دو استاذ ایک کتاب پڑھاتے ہیں، کون بڑھیا پڑھاتا ہے، اس طرح کا موازنہ کسی حدتک درست ہے، اس لئے کہ ایک ہی نوع کی دو چیزیں ہیں، مگر تبلیغ اور مدارس دونوں اندازتربیت کے اعتبار سے دو بالکل الگ الگ طریقے ہیں، ایسی دو چیزوں کے درمیان موازنہ درست نہیں، بلکہ دونوں اپنی اپنی جگہ صحیح اور بہتر چیزیں ہیں، ہاں البتہ تبلیغ کی دو جماعتوں دوامیرا لگ الگ ہیں، دونوں میں سے کس سے زیادہ فائدہ پہنچتا ہے، اس اعتبار سے دو جماعتوں اوردو امیروں کے متعلق موازنہ کیا جاسکتا ہے، مگر تبلیغ اور مدارس کے درمیان موازنہ بے محل ہے، تبلیغی جماعت میں نکلنا اپنی اصلاح اورتربیت کے واسطے ہوتا ہے، دشمنان اسلام سے جہاد کیلئے نکلنا نہیں ہوتا، اسی طرح مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کیلئے دور دراز علاقہ میں سفرکر کے پہنچنا دشمنوں سے جہاد کرنے کیلئے جانا نہیں ہوتا، ایک حدیث شریف جہاد فی سبیل اللہ کیلئے نکلنے کے بعد اسی سفر میں اللہ کا ذکرکرنے کے بدلہ میں سات لاکھ نیکیاں حاصل ہونے کے بارے میں ملی ہے، جو حسب ذیل ہے:

عن معاذ بن جبل أن رسول اللهﷺقال: طوبیٰ لمن اکثر فی الجهاد فی سبیل الله من ذکر الله ، فان له بکل کلمة سبعین ألف حسنة کل حسنة منها عشرة

أضعاف مع الذی له عندالله من المزید. (المعجم الکبیر ،دار احیاء التراث العربی، ٧٨/٢٠،رقم : ١٤٣)

یہ حدیث شریف دشمنوں سے جہاد کرنے کیلئے نکلنے کے لئے ہے، لیکن بعض لوگوں نے یہ حدیث اہل مدارس اور تبلیغی جماعت میں نکلنے والوں کے بارے میں بھی فرمایا ہے، جیسا کہ سوال نامہ میں اسی طرح کا ذکر ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۲۴۳/۱۲، جدید ڈابھیل ۲۹۹/۴، ۳۰۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

(فتاوی قاسمیہ: ج،۴، ص:۳۷۹ تا ۳۸۱)

کیا تبلیغ کیلئے پہلے مدرسہ کی تعلیم ضروری ہے؟

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ: ''یہ تبلیغ عالموں کا کام ہے، اس میں جو لوگ کچھ نہیں جانتے، ان کو چاہئے کہ وہ پہلے مدرسہ میں جا کر دین کا کام سیکھ لیں، بعد میں یہ کام کریں، ورنہ ان کی تبلیغ حرام ہے''۔ کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: غلط ہے، جتنی بات مسلمان کو آتی ہو، اس کی تبلیغ کرسکتا ہے۔ اور تبلیغ میں نکلنے کا مقصد سب سے پہلے خود سیکھنا ہے، اس لئے تبلیغ کے عمل کو بھی چلتا پھرتا مدرسہ سمجھنا چاہئے۔ (آپ کے مسائل اور انکا حل، تخریج شدہ ایڈیشن، ج:۸، ص:۱۸۸، ۱۸۹)

ایک تبلیغی کی تقریر ''نبوت ختم کارِ نبوت باقی''

سوال: یہاں پر ایک تبلیغی صاحب نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی کہ: ''نبوت ختم ہو چکی ہے لیکن کارِ نبوت باقی ہے اس کی تکمیل سارے مسلمانوں پر ضروری ہے''۔

جواب :اتنی بات تو صحیح ہے کہ نبوت کا دروازہ بند ہوگیا ہے اب کسی نئے نبی کے آنے کی گنجائش نہیں اور جس مقصد کے لئے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ جاری فرمایا گیا تھا وہ مقصد باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گا، اس کو پورا کرنا حسب استعداد وصلاحیت امت کے ذمہ لازم ہے جس کیلئے آیات واحادیث بکثرت شاہد ہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیو بند،۸۵/۱۰/۳۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیو بند۔(فتاوی محمودیہ، ج:۴،ص:۲۱۷، ۲۱۸)

کیا نصرت مدینہ سے ہوئی، وہیں سے دین پھیلا، مکہ مکرمہ سے نہیں؟

محترم المقام، زید مجدکم! السلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ

امابعد! عرض یہ ہے کہ ہمارے گاؤں میں بروز جمعرات تبلیغی جماعت آئی اور بعد نماز مغرب ان میں سے ایک صاحب نے تقریر کی جس میں گاؤں کے بہت سے لوگ شریک اور میں بھی موجود تھا، لائق مقرر نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ ’’مکہ معظّمہ میں نصرت نہیں ہوئی، جب نصرت اور ہجرت جمع ہوئی تب دین پھیلا، دین دراصل مدینہ منورہ ہی سے پھیلا ہے‘‘۔لائق مقرر کی اس بات کو سن کر مجھ کو بہت رنج ہوا کیونکہ میرے ذہن میں حضرات مہاجرین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کچھ واقعات ہیں مثلاً جناب سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کمزور مسلمانوں کو اپنے روپے سے آزاد کرانا، یا خانہ کعبہ میں حضور ﷺ کی گردن میں کپڑا ڈال کر بیٹھنے والوں کو ہٹاتے ہوئے بری طرح مارنا اور بوقت ہجرت سردار دو جہاں کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں چلنا اور پشت مبارک پر جناب حضور اقدس ﷺ کو بٹھلا کر پنجوں سے چلنا وغیرہ۔

جناب سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وجناب سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلمانوں کو لے کر خانہ کعبہ میں نماز پڑھنا اور دوسرے حضرات سے بھی اس قسم کے افعال سرزد ہوئے

ہوں گے، میں تو ان واقعات کو نصرت ہی سمجھتا ہوں۔ درخواست یہ ہے کہ میری رہبری فرمائی جائے کہ کیا میں غلط سمجھتا ہوں، ایسے بھی واقعات میرے ذہن میں ہیں کہ مکہ معظّمہ میں ان لوگوں نے بھی مسلمانوں کی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد کی ہے جو اس وقت تک مشرف باسلام نہ ہوئے تھے، مثلاً: طائف سے لوٹتے وقت مطعم بن عدی نے کی، یا ترک تعلقات کے وقت وہ پانچ اشخاص، یہ ضروری ہے کہ وہ امداد حمایت اسلام نہ سہی رشتہ داری یا اور کسی بناء پر مبنی ہوگی، حالانکہ مدینہ منورہ میں تو شاذ ہی کوئی ایسی مثال ہو کہ دل میں اسلام کا داعیہ نہ ہو اور امداد کی ہو۔

رہا دین کا پھیلنا، لائق مقرر نے فرمایا: ''دین مکہ سے نہیں پھیلا بلکہ مدینہ منورہ سے پھیلا'' تو میں یہ سمجھتا ہوں واقعی دین امداد اور گنتی کے لحاظ سے مدینہ منورہ سے پھیلا اور جناب انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بہت امداد کی اور تن من دھن سے ساتھ دیا، لیکن ہم کتابوں میں دیکھتے ہیں کہ جناب مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے رشتہ دار لڑائیوں میں سامنے ہوتے تھے اور وہ حضرات ان سے لڑتے تھے جیسا کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کا سر کاٹ دیا تھا اور دوسرے حضرات نے بھی بہت کیا ہوگا، اس سے میرا مطلب جناب مہاجرین حضرات کی فضیلت ہے اور انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی جگہ بہت بڑے ہیں اور ان کے کارنامے رہتی دنیا تک بے مثال ہیں۔

دین کی اشاعت مکہ معظّمہ میں رہتے ہوئے بھی جناب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کوشش سے ایک جماعت مشرف باسلام ہوئی اور دوسرے حضرات نے بھی کوشش کی ہوگی، یہ ضرور ہے کہ مکہ معظّمہ میں مخالفوں کا بہت زور تھا اور وہ ان کے عزیز و رشتہ دار تھے، حالانکہ مدینہ منورہ میں شاید کوئی ایسی مثال نہ ہو کہ کوئی مشرف باسلام ہوا ہو اور عزیز رشتہ داروں نے اس پر سختی کی ہو، وہاں باہر کے دشمنوں کا بہت زور تھا اندر منافقوں وغیرہ سے ہر وقت بے اطمینانی تھی۔

مجھے اس بات کا بہت رنج ہے کہ عام مجمع میں کھڑے ہوکر یہ کہنا کہ مکہ معظّمہ میں نصرت نہیں ہوئی ، جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرات مہاجرین رضی اللہ عنہم نے نصرت نہیں کی اور دین بھی مکہ معظّمہ سے نہیں پھیلا ، لہٰذا درخواست یہ ہے کہ میری وجہ سے تکلیف کو گوارہ فرما کر میری رہبری فرمائی جائے ۔فقط۔

جواب: اگر آپ ذرا وسعت حوصلہ سے کام لیں اور ان مقرر صاحب کے کلام کا وہ محمل تجویز کریں جو آپ کے نظریہ کے خلاف بھی نہ ہوتو آپ کا رنج سب ختم ہو جائے ، مقامی حضرات جو کچھ جدو جہد اور دینی خدمت کرتے ہیں وہ ایسا ہے جیسا کہ ان کا اپنا اصلی کام ،فرض منصبی ،ڈیوٹی ،ان کی محنت بہت وزنی اور قیمتی ہوگی ،اگر ایسے لوگ باہر جائیں اور وہاں کے آدمی ان کا استقبال کریں اور ان کے کام میں نصرت کریں تو وہ نصرت بھی کام کو بہت آگے بڑھائے گی۔

مہاجرین نے دین کی خاطر وہ مشقتیں برداشت کی ہیں ، جو دوسروں کے بس کی نہیں ، ان کو درجات بھی وہ ملے جہاں تک دوسرے لوگ نہیں پہونچ سکتے ،ان حضرات کے مدینہ منورہ پہنچنے پر وہاں کے حضرات نے جو ان کا ساتھ دیا اس کا نام نصرت ہے، اس اصطلاح کے اعتبار سے یہ کہنا کہ نصرت مدینہ پاک سے ہوئی یعنی ان حضرات کی خدمت دین واعانت کا نام نصرت ہے اور دین کی جس قدر اشاعت بصورت وفود و بصورت غزوات وسرایا مدینہ طیبہ سے ہوئی ہے وہ مکہ مکرمہ سے نہیں ہوئی ،حتی کہ اس نصرت کی بدولت مکہ مکرمہ فتح ہو گیا ،ان نصرتوں میں بھی مہاجرین کی ہدایات کے ماتحت اور بکثرت ان کی سرکردگی وامارت میں خدمات انجام دی گئی ہیں یعنی مدینہ پاک میں جو دین کی خدمات ہوئی ہیں وہ تنہا انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نہیں ہیں اس میں بھی مہاجرین پیش پیش تھے ، ہاں مہاجرین کو قوت اور کام میں سہولت زیادہ تر انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نصرت واعانت سے حاصل ہوئی۔

مکہ مکرمہ میں تیرہ سال کی مدت میں چند حضرات ایمان لائے ، اگر چہ وہ اس قدر بلند مرتبہ

ہیں کہ دوسرے لوگ وہاں نہیں پہنچ سکتے، لیکن مدینہ منورہ پہونچ کر دس سال کی مدت میں سارا جزیرہ عرب اسلام سے مالا مال ہوگیا اور مکہ شریف کے وہ ازلی دشمن جو سد راہ بنے ہوئے تھے وہ مختلف غزوات میں مغلوب وختم ہوگئے اور جن کے ہدایت مقدر تھی انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور جزیرہ عرب ہمیشہ کفر سے محفوظ ہوگیا، اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جاسکتا اس کے باوجود مہاجرین، مہاجرین ہیں (رضی اللہ عنہم) اور انصار، انصار ہیں (رضی اللہ عنہم)۔

علاوہ اس اصطلاحی مفہوم نصرت کے دوسری بات یہ ہے مقرر صاحب کے کلام کا مطلب یہ کیونکر ہوسکتا کہ اکابر صحابہ ومہاجرین نے دین کی خدمت اور نصرت نہیں کی، معاذ اللہ، ان کی خدمت ونصرت کا تو قرآن پاک میں اعتراف ہے، احادیث میں صراحۃً ذکر ہے، تاریخ کی کتابیں بھری ہوئی ہیں، یہ تو ہو نہیں سکتا کہ کوئی ادنیٰ مسلم بھی ان کی خدمت ونصرت کا انکار کرے بلکہ کوئی غیر مسلم تاریخ دان بھی انکار نہیں کرسکتا، پھر آپ ایسا مطلب کیوں مراد لیتے ہیں؟ کم ازکم اتنا تو دیکھیں، مقرر جب ان کی ہجرت کا معترف ہے تو یہ ہجرت خود اتنی بڑی خدمت ونصرت ہے کہ جس کی تعریف قرآن کریم میں بار بار آئی ہے، اور مقرر بھی یہی کہتا ہے کہ جب نصرت اور ہجرت جمع ہوئی تب دین پھیلا، لامحالہ اس کی یہ مراد نہیں جو آپ کیلئے رنجیدہ ہے۔

آپ یہ مطلب مراد لیجئے کہ مکہ مکرمہ کے عام باشندوں نے نصرت نہیں کی بلکہ دین کی راہ میں رکاوٹیں ڈالیں، چند مخصوص مقبول صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم خدمت کرنیوالے تھے اور دشمن ان کو ہر طرح ستاتے اور اذیت دیتے تھے، مدینہ پاک کا یہ ماحول نہیں تھا وہاں پہنچ کر یہ رکاوٹیں نہیں رہیں اور آزادی کیساتھ دین پھیلا۔

اس کا حاصل یہ نکلا کہ مکہ مکرمہ میں نصرت نہ کرنیوالوں کے مصداق مشرکین اور اعدائے دین ہیں، نہ کہ مہاجرین رضی اللہ عنہم اجمعین، نصرت حقیقی اللہ پاک کی طرف سے ہوتی ہے اور اس عالم

اسباب میں اشاعت دین کیلئے یہ تدبیر تجربہ سے بہت مفید و موثر ثابت ہوئی ہے کہ لوگ اپنے مقام سے دین کی خاطر سفر کریں، جیسے مہاجرین نے سفر کیا اور مدینہ طیبہ گئے اور جہاں جائیں وہاں کے لوگ ان کے ساتھ اس کام میں پورا تعاون کریں جیسے کہ انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کیا تھا، اس سے انشاء اللہ اپنا دین بھی پختہ ہوگا اور اشاعت بھی زیادہ ہوگی مگر اصول کی پابندی بہرحال ضروری ہے، اصول چھوڑنے میں منفعت کم اور مفسدہ زیادہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

(فتاوی محمودیہ، ج:۴، ص:۲۱۸ تا ۲۲۲)

تبلیغ پہلے گھر میں پھر باہر

سوال: زید پنجگانہ نماز ادا کرتا ہے، گاہ بگاہ تبلیغی جماعت میں چلہ لگاتا ہے، مسجد کے امام جو مستند عالم ہیں اس سے کہتے ہیں تمہارے لئے ضروری ہے کہ پہلے تبلیغ اپنی بستی وگھرانہ کی کرو جب کہ گھر میں بے نمازی ہوں اور بستی میں کس قدر بے نمازی ہیں، گھر گھر تبلیغ کرو اس کے بعد باہر دوسری جگہ تبلیغ کیلئے جاؤ اور استدلال میں: ''**و أمر أهلک بالصلوة و اصطبر علیها**''. الآیۃ۔ بیان کرتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ اور کس کا قول انسب ہے؟

جواب: اپنے گھر اور بستی کا حق دوسروں پر مقدم ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ گھر یا بستی والے جب تک پورے پابند نہ ہو جائیں دوسروں تک پیغام نہ پہونچانا چاہئے، مثلاً: کسی جگہ دینی مدرسہ جیسے دارالعلوم دیوبند ہی ہے، یہاں اس کی پابندی نہیں کی گئی کہ دیوبند کے ایک ایک آدمی کو پورا عالم دین بنایا جائے تب دوسری جگہ کے طالب علم کو داخلہ کی ترغیب دی جائے، نہ کسی بزرگ کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ اپنے گھر اور بستی والوں کی اصلاح تام کئے بغیر باہر کے آدمیوں کی بیعت نہ کی ہو، نہ کسی

حافظ عالم نہ باہر کے لڑکوں کو پڑھانے کیلئے اس کا اہتمام کیا، بلکہ بکثرت یہی دیکھا جاتا ہے کہ گھر اور بستی والے فیض حاصل نہیں کرتے باہر والے کر لیتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف وغیرہ تشریف لے جانے سے پہلے کیا مکہ کے سب لوگوں کو مسلمان کر لیا تھا؟ یہ جواب اس وقت ہے جبکہ تبلیغ کا مقصد بھی یہی ہو، لیکن اگر تبلیغ کا مقصد محنت اور مجاہدہ کر کے اپنے دین کو پختہ کرنا ہو تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔ (فتاوی محمودیہ، ج:۴، ص:۲۲۸، ۲۲۹)

ایک حدیث کی رو سے تبلیغ کو ترک کرنے کا حکم

سوال: جب تم دیکھو کہ حرص کی اطاعت کی جا رہی ہے، خواہش نفس کی پیروی کی جا رہی ہے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی جا رہی ہے، اور ہر شخص اپنی رائے کو اچھا سمجھتا ہے تو اپنی فکر کرو اور عوام کی فکر چھوڑ دو۔ کیا وہ وقت اس وقت موجود ہے؟ اگر موجود ہے تو ''عوام کی فکر'' اس میں کون سے امور شامل ہیں؟ کیا تبلیغ ترک کر دی جائے؟

جواب: حدیث مذکور میں جس زمانے کا ذکر ہے، بظاہر ابھی وہ دور نہیں آیا، ابھی تبلیغ دین کا فریضہ ساقط نہیں ہوا، بحالات موجودہ تبلیغ فائدے سے خالی نہیں۔ واللہ سبحانہ اعلم۔ (فتاوی عثمانی، ج:۱، ص:۲۴۳، ط، مکتبہ معارف القرآن کراچی)

کیا تبلیغی جماعت میں شرکت تفرقہ اور فتنہ کا باعث ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مدرسہ کے طلبہ کو خارجی ٹائم میں جمعرات کی شام کو جمعہ تک تبلیغ میں جانا یا لے جانا جس سے تبلیغ کی طرف انہماک ہو جائے، اور بہت خطرہ ہے اس میں شرکت کرنے میں ان کا ذہن ادھر چلے جانے کا، بایں

صورت طلبہ کو لے جانا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ جس صورت میں طلبہ اور اساتذہ اور عوام میں تفرقہ پھیلنے کا قوی اندیشہ ہو، ایسی صورت میں ذمہ دارانِ مدرسہ کو روک دینے کا حق ہے یا نہیں؟ اور جو استاذ طلبہ کو اکسا کر ایسی صورت بنادے، جس سے مجلس شوریٰ اور متعلقین مدرسہ کے حق میں تفرقہ پیدا ہو کر مدرسہ کا پورا نقصان ہونے کا اندیشہ ہے، ایسے استاذ کو صدر مدرس اور مجلس شوریٰ مصلحت سمجھ کر برخواست کردے اور مدرسہ کو اس عظیم فتنہ سے بچانے کا مجاہو سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: تبلیغی جماعت اہل حق کی جماعت ہے، اس کے بانی اکابر علماء رہے ہیں، جنہوں نے اپنی زندگیاں اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں وقف کردی ہیں، اور اس جماعت کی محنت سے اسلام اور اہل اسلام کو مسلسل فائدہ پہنچ رہا ہے، لہٰذا تعلیم سے فارغ اوقات میں اگر مدارس کے طلبہ اس محنت میں لگیں، تو یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے، اور جو لوگ اس میں شرکت کو تفرقہ کا باعث سمجھتے ہیں یا تفرقہ کو ہوا دیتے ہیں، وہ حق پر نہیں ہیں، تبلیغی جماعت میں شرکت کو فتنہ سے تعبیر کرنا بجائے خود فتنہ میں مبتلا ہونے کی دلیل ہے، اس شرکت کو کسی ملازم کی برخواستگی کی وجہ بنانا بے بنیاد ہے یہ صحیح ہے کہ کسی جانب بھی غلو اور تشدد نہ ہونا چاہئے، لیکن اس کی وجہ سے کسی دینی کام ہی کو موجب عناد بنالینا صحیح نہیں ہے۔ (فتاوی محمودیہ میرٹھ، ۱۰۲/۵)

لہٰذا صورت مسؤلہ میں ٹھنڈے دل سے غیر جانب دار ہو کر مسئلہ کو سلجھانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

”واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا“ (آل عمران: ۱۰۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصوری پوری غفرلہ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

(کتاب النوازل، ج: ۲، ص: ۳۶۲، ۳۶۳)

ماں باپ کی اجازت کے بغیر تبلیغ میں جانا

سوال: اگر مکی مسجد گارڈن کراچی جائیں تو لوگ ''وہابی'' کہتے ہیں اور دوسری طرف جانے سے'' بریلوی'' اور ''بدعتی'' ہونے کا خطاب ملتا ہے، میرے ناقص مشاہدے میں یہ بیچارے تبلیغی جماعت والے صحیح ہیں، اور میں ہر جمعرات کو جاتا ہوں، مگر یہ میری ناقص فہم میں نہیں آتا کہ ماں باپ بوڑھوں کی بھی رضا مندی اور ان کی خدمت فرض ہے، میرا مطلب ہے، جب وقت ہے تو جاؤ، بہت سے تو ماں اگر بیمار ہے تو بھی چلے جاتے ہیں، میں نے دو مرتبہ تین تین دن لگائے ہیں۔آپ براہ کرم بتلایئے کہ ان کی اجازت کے بغیر ہم جماعت میں جاسکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: تبلیغی جماعت کے بارے میں آپ نے صحیح لکھا ہے کہ یہ اچھے لوگ ہیں، ان کی نقل وحرکت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ہزاروں انسانوں کی زندگیاں بدل دی ہیں، اس لئے ان لوگوں کے ساتھ جتنا وقت گزرے سعادت ہے۔

رہا یہ کہ والدین کی اجازت کے بغیر جانا جائز ہے یا نہیں؟ تو اس میں تفصیل ہے۔اگر والدین خدمت کے محتاج ہوں اور کوئی دوسرا خدمت کرنے والا بھی نہ ہو، تب تو ان کو چھوڑ کر ہرگز نہ جانا چاہئے۔ اور اگر ان کو خدمت کی ضرورت نہیں، محض اس وجہ سے روکتے ہیں کہ ان کے دل میں دین کی عظمت نہیں، ورنہ اگر یہی لڑکا دوسرے شہر بلکہ غیر ملک میں ملازمت کیلئے جانا چاہے تو والدین بڑی خوشی سے اس کو بھیج دیں گے، کیونکہ دنیا کی قیمت انہیں معلوم ہے، دین کی معلوم نہیں، تو ایسی حالت میں تبلیغ میں جانے کیلئے والدین کی رضا مندی کوئی شرط نہیں، کیونکہ تبلیغ میں نکلنا درحقیقت ایمان سیکھنے کیلئے ہے، اور ایمان کا سیکھنا اہم ترین فرض ہے۔(آپ کے مسائل اور انکا حل، اضافہ وتخریج شدہ ایڈیشن، ج:۸، ص:۱۹۰،۱۹۱)

چار ماہ سے زیادہ تبلیغ میں نکلنے سے بیوی کی حق تلفی ہوتی ہے تو تبلیغ والے یہ حق تلفی کیوں کرتے ہیں؟

سوال: لوگ ہم سے پوچھتے ہیں کہ چار ماہ سے زیادہ جماعت تبلیغ میں نکلنا عورت کی حق تلفی کی وجہ سے ناجائز ہے، تو جماعت والے ناجائز کا ارتکاب کر کے کیوں جماعت میں نکلتے ہیں؟ یہ مسئلہ لوگوں کو کس دلیل سے سمجھایا جائے؟

جواب: اگر صاحب حق خود معاف کر دے، یا اس کو اس کے حق کا معاوضہ دے کر اللہ تعالیٰ معاف کرا دیں تو ان بلا فیس وکیلوں کے پاس کیا حجت رہے گی؟ اور یہ بھی کہ یہ حق تلفی ان کو دین ہی کے کام میں کیوں یاد آتی ہے؟ لوگ بیویوں کو چھوڑ کر دنیا کا کوڑا جمع کرنے کیلئے کئی کئی سال کافر ملکوں میں گزار آتے ہیں، اس وقت کسی کو حق تلفی کا فلسفہ کیوں یاد نہیں آتا؟ (آپ کے مسائل اور انکا حل، اضافہ وتخریج شدہ ایڈیشن، ج:۸، ص:۱۹۱)

کیا تبلیغی اپنے اجتماعات میں غیر تبلیغی کو بیان نہیں کرنے دیتے؟

سوال: تبلیغی لوگ اپنے اجتماعات میں کسی ایسے عالم کو تقریر نہیں کرنے دیتے جو وقت نہ لگاتا ہو، اور جو عالم نہ بھی ہو، مگر اس کا وقت لگا ہو، اس کو بیان کرنے دیتے ہیں، کیا ان کا یہ عمل ٹھیک ہے؟

جواب: یہ بات غلط ہے کہ تبلیغ والے صرف اسی کو بیان کے لئے کہتے ہیں، جس نے وقت لگایا ہو، حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی، حضرت مفتی محمد کفایت اللہ، حضرت مولانا قاری محمد طیب، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع نور اللہ مراقدہم با قاعدہ تبلیغی اجتماعات اور تبلیغی مجمع میں بیان فرماتے رہے ہیں، البتہ میرے جیسا آدمی، جو تبلیغ کو سمجھتا ہی نہیں، اس کو غالباً کھڑا

نہیں کرتے ہوں گے۔ (آپ کے مسائل اور انکا حل، اضافہ وتخریج شدہ ایڈیشن، ج:۸، ص:۲۰۴)

کیا تبلیغ والوں کا شب جمعہ کی پابندی کرنا کیسا ہے؟

سوال: سالوں سال تبلیغی جماعت والے شب جمعہ مناتے چلے آرہے ہیں، اور کبھی بھی ناغہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا، خدانخواستہ اسی عمل کی بنا پر تو اس حدیث کے زمرے میں نہیں آتا ہے۔ کہ: "**لا تختصوا لیلة الجمعة. الخ**" اور نیز اس پر دوام کیا بدعت تو نہ ہوگا؟

جواب: تعلیم وتبلیغ کے لئے کسی دن یا رات کو مخصوص کر لینا بدعت نہیں، نہ اس کا التزام بدعت ہے، دینی مدارس میں اسباق کے اوقات مقرر ہیں، جن کی پابندی التزام کے ساتھ کی جاتی ہے، اس پر کبھی کسی کو بدعت کا شبہ نہیں ہوا۔ (آپ کے مسائل اور انکا حل، ج:۸، ص:۲۳۶، ۲۳۷)

فضائل اعمال کتاب کیسی ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فضائل اعمال جو کتاب ہے وہ کیسی کتاب ہے؟ ہماری کئی مساجد میں اس کی تعلیم ہوتی ہے؟

جواب: فضائل اعمال کتاب اچھی کتاب ہے اور اس کی تعلیم بھی مفید ہے۔

قال الفقيه رحمه اللّٰه تعالىٰ ثم ان العلم على الانواع و كل ذلك عنداللّٰه حسن و ذلك ليس كالفقه وينبغي الرجل ان يكون تعلم الفقه اهم اليه من غيره و اذا اخذ الانسان حظا وافرا فى الفقه ينبغي ان لا يقتصر على الفقه ولكن ينظر فى علم الزهد وفى حكم الحكماء وشمائل الصالحين .....(الهندية: ۳۷۷/۵)

قوله وهو التبحر فى الفقه التوسع فيه والاطلاع على غوامضه وكذا غيره من العلوم الشرعية وآلاتها (قوله وعلم القلب) اى علم الاخلاق وهو علم يعرف به

انواع الفضائل و كيفية اكتسابها وانواع الرذائل و كيفية اجتنابها......(الفتاوی الشـــامية، ۱/ ۳۲) ۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔(ارشاد المفتین ،ج:۱،ص:۵۵۷،۵۵۸،ط،مکتبہ الحسن،لاہور)

فضائل اعمال سے متعلق ایک اعتراض

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: فضائل اعمال اور تبلیغی نصاب نامی کتاب جو آج کل عموماً مروج ہے اور اکثر مساجد میں صبح وشام پڑھی جاتی ہے، اس کتاب میں جیسے کہ اس کے نام ہی سے ظاہر ہے، فضائل ہی فضائل ہے، دوسرے ضروری مسائل اس کتاب میں نہیں ہیں، مساجد میں اس کتاب کے علاوہ کسی دوسری کتاب کا پڑھنا معیوب سمجھا جانے لگا ہے، کیا شریعت میں قرآن وحدیث کے بعد اس کتاب کا اتنا اونچا مقام ہے؟ اور کیا اس کو ضروری سمجھ کر اس قدر التزام واہتمام کے ساتھ پڑھنا بدعت نہیں ہے؟ اس کتاب کو پڑھنے اور سننے والے اسلامی تاریخ، سیرت نبوی، حالات انبیاء، حیات صحابہ اور ضروری مسائل سے ناواقف رہتے ہیں، اگر اس کی جگہ دوسری کوئی مستند و معتبر اور غیر مختلف فیہ دینی کتاب مساجد میں پڑھی جائے، جس سے ضروری مسائل بھی معلوم ہوسکیں، تو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی دوسری کوئی کتاب پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: ''فضائل اعمال'' اور ''تبلیغی نصاب'' کو پڑھنے والے ہرگز یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ اس کا درجہ قرآن وحدیث کے بعد سب سے اونچا ہے، بلکہ اس کو ایک مستند اور معتبر کتاب سمجھ کر پڑھتے ہیں اور اس کو اس قدر اہتمام کے ساتھ اس لئے پڑھتے ہیں کہ اس کے مضامین عوام الناس اور اَن پڑھوں کے ذہن سے زیادہ قریب ہیں، ہر کس وناکس آسانی سے سمجھ لیتا ہے، فقہ اور اس کے مسئلے مسائل کے مضامین بہرحال اس کے مضامین سے زیادہ افضل ہیں اور اس کا سیکھنا سکھانا بھی زیادہ اہم ہے، لیکن فقہ کے ہر

مضمون اور ہر مسئلہ کو ہر کس و ناکس بآسانی نہیں سمجھ سکتا، بلکہ اس کو سمجھنے کیلئے یا تو اہل علم ہونا چاہئے، یا پڑھے لکھے، زیادہ سمجھ دار لوگ ہونے چاہئے، اس لئے فقہ کی کتاب یا اعلیٰ مضمون کی علمی کتاب مسجد کے اندر عوام الناس کے سامنے پڑھنے پڑھانے کا اہتمام نہیں ہے، اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ فضائل اعمال ہی سب کچھ ہے اور دوسری مسئلے مسائل کی کتابیں کچھ نہیں ہیں اور نہ تبلیغ والے ایسا سمجھتے ہیں، ہاں البتہ اگر کسی مسجد میں مسئلہ مسائل کا سلسلہ شروع ہو جائے اور فضائل اعمال کا سلسلہ بھی چلتا رہے تو زیادہ اچھا ہے، ایک کا دوسرے سے معارضہ نہ کیا جائے، تاہم اگر کوئی شخص تبلیغی جماعت سے منسلک ہونے کے بعد صرف فضائل اعمال ہی کو سب سے اعلیٰ کتاب سمجھ لیتا ہے اور فضائل اعمال کی تعلیم کے ساتھ کسی وقت مسئلہ مسائل کی کتاب پڑھنے کو معیوب سمجھتا ہے، تو یہ اس شخص کی اپنی ذاتی غلطی ہے، اس کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ اور اصلاح کیلئے حکمت عملی کا راستہ اختیار کرنا چاہئے، معارضہ سے اصلاح نہیں ہوتی، نیز اس کی اس ذاتی غلطی کا ذمہ دار تبلیغی جماعت کے پورے مکتب فکر کو نہیں بنایا جا سکتا اور نہ اس کی وجہ سے پورے مکتب فکر پر الزام رکھا جا سکتا ہے، ہاں البتہ مکتب فکر کے ذمہ داروں کو اس کی اس طرح کی غلطی کی اطلاع کی جا سکتی ہے، تا کہ وہ لوگ بھی ایسے شخص کو متنبہ کر دیں۔

ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة و جادلهم بالتی هی احسن. (سورۃ النحل: ۱۲۵)

من وعظ أخاه فقد نصحه وزانه ،ومن وعظه علانية فقد فضحه وشانه.(شرح المسلم للنووی ،کتاب الایمان ،باب بیان کون النهی عن المنکر من الایمان ،۱/ ۵۱،الموسوعة الفقهية الكويتية، ۳۲۹/۴۰، مرقاة، كتاب الأدب،باب الامربالمعروف،الفصل الأول، مكتبه امدادیةملتان ،۳۲۹/۹)

عن صالح بن رنبور سمعت أم الدرداء تقول :من وعظ أخاه سرا، فقد زانه

،ومن وعظه علانية، فقد شانه. (شعب الایمان ،باب فی التعاون علی البر والتقوی، مکتبه دار الکتب العلمية،بیروت، ۶/ ۱۱۲ ، رقم : ۷۶۴۱)۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(فتاوی قاسمیہ، ج:۴،ص:۳۹۱تا۳۹۳)

تبلیغی نصاب کی کمزور روایتوں کا مسجد میں پڑھنا

سوال: کیا ’’تبلیغی نصاب‘‘ میں کچھ حدیثیں کمزور شہادتوں والی بھی ہیں؟ اگر ہیں تو اس کا مسجد اور گھر میں پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: فضائل میں کمزور روایت بھی قبول کر لی جاتی ہے۔(آپ کے مسائل اور انکا حل، اضافہ وتخریج شدہ ایڈیشن، ج:۸،ص:۱۹۲)

تبلیغی نصاب کا دیوبندی اور بریلوی اختلافی مسائل سے کوئی تعلق نہیں ہے

سوال: تبلیغی نصاب کا مسجد بلال میں روزانہ درس ہوتا ہے امام مسجد اور دیگر چند آدمیوں نے اس کو بند کر دیا امام مسجد کا بیان ہے کہ اس کتاب کا لکھنے والا اور پڑھنے والا میرے عقیدے کے مطابق گستاخ رسول ﷺ ہیں اس لئے اس کتاب کا مسجد میں رکھنا نا جائز ہے چونکہ مسجد ہذا میں بریلوی مکتب فکر کے نمازی کثیر تعداد میں ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کوئی شک ہو تو کسی مفتی دین سے رجوع کریں۔

جواب: اس کتاب (تبلیغی نصاب) کا مصنف عالم باعمل اہل سنت والجماعت سے ہے اس کتاب کا بریلوی اور دیوبندی افکار (اختلافی مسائل) سے کوئی تعلق نہیں ہے اس میں متفقہ مسائل ہیں لہٰذا اس کتاب کے درس سے منع کرنے والا **مناع للخیر** ہے خطیب صاحب کیلئے ضروری ہے کہ اس

متعصّبانہ فیصلہ سے واپس ہوجائے۔ وھو الموفق۔(فتاوی فریدیہ، ج:١،ص٢ا١٧٣،١٧)

کیا روزانہ تعلیم کرنا حدیث کے خلاف نہیں؟

سوال: مشکوٰۃ کے اندر حدیث سے ثابت ہے کہ روزانہ تعلیم نہ کرنا چاہئے، ایک صحابی جمعرات کے روز تعلیم فرماتے تو اس سے غالباً منع فرمایا گیا، اب لوگ ہر روز تعلیم دیتے ہیں، حالانکہ دین کی بات سننے میں جتنی دلچسپی اس وقت تھی اب اس کا عشر عشیر بھی نہیں، پھر روزانہ تعلیم کے بارے میں کیا مسئلہ ہے؟

جواب: دین کی ضرورت کا احساس کرایا جائے جس قدر دین سے بے رغبتی ہو اسی کے اندر تعلیم کی زیادہ ضرورت ہے، دینی مدارس قائم کئے جائیں، یہاں دارالعلوم دیوبند میں بعد فجر سے تعلیم شروع ہوجاتی ہے، چھٹی کے بعد بھی تعلیم ہوتی ہے، مغرب کے بعد بھی عشاء کے بعد جمعہ کے روز بھی، اصحاب صفہ تو سب کاموں سے فارغ ہوکر دین ہی حاصل کرنے کیلئے خدمت اقدس میں آپڑے تھے۔ حضرت ابورداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلقہ درس میں سولہ سو طلباء تھے اور محدثین نے شب وروز علم حاصل کیا اور پھیلایا حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ سے نوے ہزار لوگوں نے بخاری شریف پڑھی۔ مشکوٰۃ شریف کا آپ نے حوالہ دیا ہے وہ وعظ تذکیر کی صورت ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ٩٥/٥/٢٦ھ۔(فتاوی محمودیہ، ج:٤،ص:٣٢١،٣٢٢)

کیا عشاء کے بعد تعلیم کرنا سمر میں داخل ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں صوبہ بنگال، ضلع مدناپور میں بعد نماز عشاء دعوت، تعلیم، استقبال کا عمل ہوتا ہے، جس میں مسجد میں تعلیم ہوتی ہے اور باہر ایک جماعت جاکر لوگوں کو بلاکر مسجد میں لاتی ہے اور قبر، حشر، آخرت، جنت وجہنم کا تذکرہ کرکے ترغیب وترہیب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نکلنے پر آمادہ کرتی ہے،

چوں کہ لوگ دن بھر اپنے کاروبار میں مشغول رہتے ہیں، جس کی وجہ سے کوئی دوسرا وقت ایسا نہیں ملتا جس میں زیادہ سے زیادہ لوگ مقام پر رہتے ہوں، اس لئے ہم نے اس عمل کیلئے اپنے باہمی مشورہ سے عشاء کے بعد کا وقت طے کیا ہے، علاقہ کے ایک عالم صاحب نے یہ کہہ کر کہ عشاء کے بعد سمر (قصہ گوئی) سے منع کیا گیا ہے، اس عمل کو بند کرنے کا مطالبہ کیا، جس کی وجہ سے یہاں پر تھوڑا سا انتشار ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(الف) کیا ہمارا یہ عمل سنت وشریعت کے خلاف تو نہیں؟

(ب) اور ہمارا یہ عمل سمر کی ممانعت میں داخل ہے یا نہیں؟ براہ کرم قرآن وحدیث اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل سے جواب مرحمت فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

جواب: عشاء کے بعد سمر یعنی قصہ گوئی اور داستان گوئی سے حدیث شریف میں ممانعت آئی ہے، لیکن دینی گفتگو، دینی اصلاحی جلسہ اور حدیث وفقہ کا درس اس حدیث شریف کی ممانعت میں داخل نہیں۔ مذکورہ عالم صاحب اس حدیث شریف کے متعلقات پر نظر ثانی کرلیں تو بہتر ہے۔

كان رسول الله ﷺ لايزال يسمر فى الأمر من أمر المسلمين عند أبى بكرؓ، وانه سمر عنده ذات ليلة وأنا معه .(المستدرك كتاب التفسير قديم ٢٤٧/٢، مكتبه نزارمصطفى الباز جديد٣/١٠٩٣، رقم: ٢٨٩٣، صحيح ابن خزيمه ،المكتب الاسلامى، ٥٧٢/١،رقم: ١١٥٦،مسند احمدبن حنبل، ٢٦/١، رقم:١٧٥)

عن عبدالله بن مسعود رضى الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: لاسمر بعد الصلاة يعنى العشاء الآخرة، الا لأحد رجلين مصل اومسافر۔(مسند احمد، ١/ ٣٧٩، رقم :٣٦٠٣،مسند أبى داؤد الطيالسى ،دار الكتب العلمية بيروت،١/ ٢٨٤، رقم:٣٦٣)

قال الحافظ :فالسمر فى العلم يلحق بالسمر فى الصلاة نافلة وقد سمر

عـمر مع ابی موسیٰ فی مذاکرة الفقة. (فتـح الباری ،کتاب العلم باب السمر فی العلم، دارالفکر بیروت ،٢١٣/١،زکریا، ٢٥٨/١)

عـن ابی بکر بن ابی موسی، أن أبا موسی رضی اللّٰہ عنه أتی عمر بن الخطاب بـعـد الـعشـاء قـال: فـقـال لـه عـمـر بـن الـخطاب: ماجاء بک ؟ قال: جئت أتحدث الیک،قـال هذه الساعة ؟ قال : انه فقه، فجلس عمر فتحدثا لیلا طویل احسبته، ثم ان ابـا مـوسـی قـال: الصلاة یا امیر المؤمنین؟ قال : أنا فی الصلاة. (مـصنف ابن ابی شیبه، مؤسسةعلوم القرآن ٤٦١/٤،رقم :٦٧٥٦)

عـن عبـداللّٰه بن عمرو قال:کان نبی اللّٰهﷺیحدثنا عن بنی اسرائیل حتی یـصبـح، مـایقوم الا الی عظم الصلاة. (ابـو داؤد ،بـاب الـحدیث عن اسرائیل، النسخة الهـنـدیة ٥١٥/٢،دارالسـلام، رقـم :٣٦٦٣،صـحیح ابن خزیمة، المکتب الاسلامی،١/ ٦٥٦،رقم : ١٣٤٢)

قـال الـتـرمـذی: وقد اختلف أهل العلم من أصحاب النبیﷺوالتابعین و من بـعـد هـم فـی السمر بعد العشاء الآخرة، فکره قـوم مـنهـم السمر بعد صلاة العشاء، ورخـص بـعـضهـم اذا کـان فی معنی العلم ومالابد منه من الحوائج، وأکثر الحدیث علی الرخصة. (تـرمذی شریف، باب ماجاء فی الرخصة فی السمر بعد العشاء ، النسخة الهندیة ٤٢/١)

عـن مـجـاهـد قـال: لا بـأس بالسمر بعدالعشاء للفقه. (مـصنف عبدالرزاق، الـمـجـلس العلمی، ٥٦٤/١،رقم :٢١٤٣،مصنف ابن ابی شیبه،مؤسسة علوم القرآن،٤/ ٤٦٢،رقم :٦٧٦٢)

عن يحيى بن سعيد قال: كان القاسم وأصحابه يجلسون بعد العشاء يتحدثون. (مصنف ابن أبى شيبه ،مؤسسة علوم القرآن ،٦٤٢/٤ ،رقم : ٦٧٦٤)۔ (فتاوی قاسمیہ، ج:۴،ص:۴۰۷تا۴۰۹)

چلہ کی خصوصیت

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: جماعت میں چالیس دن کا نکلنا یہ کیا خصوصیت رکھتا ہے کہ چالیس دن ہی کیلئے نام لکھواتے ہیں، یا لکھا جاتا ہے؟ ۳۵ / یا تیس دن کیلئے بھی نام لکھ سکتے ہیں، چالیس دن ہی کیوں ہیں؟

جواب: چالیس کی تعداد اس لئے متعین فرمائی ہے کہ چالیس کی تعداد کو اللہ تعالیٰ نے تخلیق انسان کیلئے درجہ ومرتبہ متعین فرمایا ہے، مثلاً ماں کے پیٹ میں چالیس دن میں ہی نطفہ غلیظ خون بنتا ہے، پھر چالیس ہی دن میں گوشت بنتا ہے اور پھر چالیس ہی دن میں جان پڑتی ہے، اس مناسبت سے تبلیغ میں چلہ مقرر کیا گیا ہے۔

عن عبدالله بن مسعود: حدثنا رسول الله ﷺ وهو الصادق المصدوق: أن أحدكم يجمع خلقه فى بطن أمه فى أربعين يوماً، ثم يكون فى ذلك علقة مثل ذلك، ثم يكون فى ذلك مضغة مثل ذلك، ثم يرسل الله اليه الملك ، فينفخ فيه الروح، ويؤمر بأربع كلمات : يكتب رزقه، وأجله، وعمله، و شقى أو سعيد. (صحيح مسلم ، بـاب كيفية خلق الأدمى فى بطن أمـه ،النسخة الهندية، ٣٣٢/٢، بيت الأفكار ،رقم :٢٦٤٣ ،مسند احمد بن حنبل ،١/ ٣٨٢، رقم: ٣٦٢٤، ٤٠٩١)۔ فقط والله اعلم ۔

(فتاوی قاسمیہ، ج:۴،ص:۳۵۷،۳۵۸)

تبلیغی چلہ کا حکم

سوال: مروجہ تبلیغی جماعت جس کے بانی حضرت محمد الیاس رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب ہیں، لوگوں کو چلہ یعنی چالیس دنوں کا انتظام کر کے تربیت دیتی ہے۔ آیا یہ چلہ رسم بدعت ہے یا مستحسن؟

جواب: جس نیک کام پر چالیس روز پابندی کی جائے اس پر بہت اچھے ثمرات ونتائج مرتب ہوتے ہیں اور اس کام سے خاصی قلبی لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے، یہ بات حدیث شریف سے ثابت ہے اور بہت اکابر ومشائخ کا تجربہ بھی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی محمودیہ، ج:۴، ص:۲۲۲)

بے نمازی کو نماز کی دعوت دیں یا چلہ چار مہینہ کی؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بے نمازی کسے کہتے ہیں؟ بے نمازی کو پہلے چلہ چار مہینے کی دعوت دی جائے یا پہلے نماز پڑھنے کی دعوت دیں؟ اس بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: بے نمازی اسے کہتے ہیں جو جان بوجھ کی بلا عذر شرعی نماز چھوڑ دے، بے نمازی کو نماز اور چلہ چار مہینہ دونوں کی دعوت دی جائے، ایک کی دعوت دوسرے کی دعوت کے معارض اور مخالف نہیں ہے، بلکہ چلہ چار مہینہ کی دعوت نماز کی دعوت کو بھی شامل ہے، کیوں کہ جب کوئی شخص اپنی گھریلو الجھنوں کو چھوڑ کر چلہ وغیر کیلئے جماعت میں نکلتا ہے تو نماز وغیرہ دینی امور کا بجالانا اس کیلئے آسان ہو جاتا ہے، اور نماز پڑھنے کا طریقہ بھی آجاتا ہے اور چالیس دن مسلسل جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے طبیعت نماز کی عادی ہو جاتی ہے، کیوں کہ چالیس دن کو طبیعت اور عادت کے بدلنے میں بڑا دخل ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے:

عن انس بن مالک رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: من صلی للہ

أربعين يوماً فی جماعة يدرک التكبيرة الأولی كتب له برائتان: براة من النار وبرأة من النفاق. (سنن الترمذی، الصلاة /باب فی فضل التكبير الاولیٰ ،١/٥٦،رقم: ١٤١، مشكوٰة المصابيح ١٠٢)

عن عبداللّٰه رضی اللّٰه عنه قال : حدثنا رسول اللّٰهﷺ وهو الصادق المصدق ان احدكم يجمع فی بطن امه اربعين يوماً، ثم يكون علقةً مثل ذلک، ثم يكون مضغة مثل ذلک،ثم يبعث اللّٰه ملكاً فيؤمر بأربع : برزقه وأجله وشقی أو سعيد. (صحيح البخاری ،١/٩٧٦) فقط اللّٰه تعالیٰ اعلم۔

(کتاب النوازل، ج:۲،ص:۳۹۹،۴۰۰)

مدرسہ کا تعلیمی سلسلہ موقوف کر کے اساتذہ وطلبہ کو ہر ماہ تین دن جماعت میں جانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:(۱): دار الاقامۃ والے مدارس عربیہ میں تعلیمی سلسلہ کو موقوف کر کے ہر ماہ تین روز جماعت میں جانا بہتر ہے، یا تعلیمی سلسلہ کو جاری رکھنا؟

(۲) : دوران تعلیم معلمین اور متعلمین کی تشکیل کر کے مدرسہ کی تعلیم کو موقوف کرنا ،اور جماعت میں نکلنے کی ترغیب دینا کیسا ہے؟

(۳) : ہمارے بعض ساتھیوں کا نظریہ ہے کہ علماء کرام اپنی صلاحیت قوم کے ان معصوم بچوں پر صرف کرتے ہیں، جن پر نماز روزہ بھی فرض نہیں ہے، جب کہ امت کے بے شمار افراد بغیر نماز روزہ کے دنیا سے رخصت ہورہے ہیں ، اس وجہ سے دعوت وتبلیغ کا کام درس وتدریس سے افضل ہے،

دوسرے بعض حضرات کا کہنا ہے کہ قوم وملت کے یہ معصوم بچے محتاج بن کر حصول علم کے خاطر علماء کرام کے پاس جائیں اور علماء کرام ان کو چھوڑ کر دعوت وتبلیغ میں جائیں یہ درست نہیں ہے، کیوں کہ یہ دو چار ہوتے ہیں جو ایمان واخلاق کی دعوت دینے جاتے ہیں، جب کہ ان کے پیچھے طلبہ کی ایک بڑی جمعیت دنیاوی لغویات وخرافات مثلاً کھیل کود، سیر وتفریح ،سینما سے اپنے ایمان واخلاق کو بگاڑ لیتی ہے، لہٰذا ایسی صورت میں درس وتدریس سے متعلق علماء کرام کو تعلیم موقوف کر کے تبلیغ میں جانا درست نہیں ہے۔

(۴) :سہ روزہ جماعت میں جانے پر مسجد اور مدرسہ کے ملازم کی حیثیت سے تنخواہ لینا اور دینا کیسا ہے؟ اللہ کے واسطے قرآن وسنت کی روشنی میں واضح اور صاف رہنمائی فرمائیں، تاکہ بحیثیت صدر مدرسہ خدائی باز پرس سے محفوظ ہوں۔

جواب: دعوت وتبلیغ اور تعلیم وتدریس دونوں کام اپنی اپنی جگہ مستقل حیثیت رکھتے ہیں، اور امت کو دونوں کی یکساں ضرورت ہے اس لئے دونوں کاموں کو ایک دوسرے کے مقابل رکھنے کے بجائے ایسی حکمت عملی اپنانے کی ضرورت ہے کہ دعوت وتبلیغ کا کام بھی ہوتا رہے اور تعلیم وتعلم پر بھی اثر نہ پڑے، اس کی شکل یہ ہوسکتی ہے کہ تعلیم موقوف نہ کی جائے بلکہ اساتذہ وطلبہ کی باری مقرر کردی جائیں اور جماعت میں جانے والے اساتذہ کا مدرسہ کے نظام کے تحت تبلیغ میں جانا مدرسہ ہی کا کام سمجھا جائے گا، اوران اوقات کی تنخواہ مدرسہ سے لینا درست ہوگا۔

قال النبی علیہ السلام : .....المسلمون علی شروطھم الا شرطا حرم حلالاً، أوأحل حراماً . (سنن الترمذی ، ۱/ ۲۵۱)

قال تعالیٰ: لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ. (اٰل عمران: ۱۶۴)

قال تعالیٰ : (یتلوا علیھم اٰیتہ)یعنی القران (ویزکیھم)أی یأمرھم بالمعروف

وينهاهم عن المنكر لتزكوا نفوسهم وتطهر من الدنس والخبث الذى كانوا متلبسين به فى حال شركهم وجاهليتهم (ويعلمهم الكتٰب والحكمة)يعنى القرآن والسنة. (تفسير ابن كثير مكمل ٢٧٧،ال عمران :١٦٤)فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم ۔

کتبہ:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

(کتاب النوازل،ج:٢،ص:٣٧٦،٣٧٧)

کیا تبلیغی جماعت میں چلہ اور چار مہینہ کی دعوت دینا بدعت ہے؟

سوال: تبلیغی جماعت میں زندگی میں چار مہینہ اور سال میں ایک چلہ لگانے کی دعوت دی جاتی ہے،کیا حضور ﷺ کے زمانے میں چلہ اور چار مہینے کا رواج تھا اور اگر نہیں تھا،تو کیا یہ بدعت نہیں؟

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہ کے دور میں کسی خاص دینی کام کیلئے اس مدت کی تعیین نہیں ملتی،لیکن جماعت میں چالیس دن یا چار مہینے نکلنے کی تلقین بطور حکم شرعی کے نہیں کی جاتی کہ اس سے زیادہ یا اس سے کم نکلنے کی اجازت نہ ہو،بلکہ بطور انتظام کے اس کی ترغیب دی جاتی ہے،مثلاً مدارس میں عالمیت کا کورس آٹھ سال میں پورا ہوتا ہے میٹرک کی تعلیم دس سال میں ہوتی ہے،لیکن کوئی شخص اپنی صلاحیت کے اعتبار سے اس سے زیادہ یا کم مدت میں بھی تعلیم کے اس مرحلہ کو مکمل کرسکتا ہے،اسی طرح جماعت میں بطور نظام کے ایک مدت رکھی گئی ہے،لیکن یہ لازم نہیں ہے اور نہ خود جماعت کے لوگ اسے لازم سمجھتے ہیں،بلکہ حسب حالات اس مدت میں کمی بیشی بھی کرتے ہیں۔

پھر چالیس دن کا کورس متعین کرنے میں بعض مناسبتیں بھی رہنما ہیں،حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے تخلیقی مراحل میں ہر مرحلہ چالیس دن میں پورا ہوتا ہے،اسی طرح سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تورات کیلئے چالیس دنوں کا اعتکاف کرایا گیا،مسجد نبوی ﷺ میں چالیس نمازیں ادا کرنے کی

خصوصی فضیلت بیان کی گئی ہے، اس طرح کے بعض احکام بھی ہیں، جن کو چالیس کے عدد سے متعلق کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی روحانی وجسمانی کیفیت کی تبدیلی میں چالیس دن کے عمل اور تربیت کا ایک خاص اثر ہوسکتا ہے ...الخ۔ (کتاب الفتاوی، ج:۱ص:۳۸۲،۳۸۳، ط،زمزم پبلشرز کراچی)

انچاس کروڑ کی ضرب

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان دین متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ: تبلیغی جماعت والے اللہ کی راہ (تبلیغ) میں نکل کر ایک نماز کی ادائیگی کا اجر وثواب انچاس کروڑ بتلاتے ہیں کیا قرآن وحدیث سے یہ بات ثابت ہے براہ کرم تعین حدیث فرمادیجئے یہ سنا ہے کہ بعض احادیث کی ضرب سے یہ تعداد حاصل ہوتی ہے کیا یہ ضرب دینا درست ہے؟

جواب: **نحمده ونصلی علی رسوله الکریم امابعد** : پس اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نمازی ہونے والے شخص کے متعلق ایک نماز کا ثواب انچاس کروڑ ہونا حدیث سے ثابت ہے: **قال رسول اللہ ﷺ ومن غزا بنفسه فی سبیل اللّٰه وانفق فی وجهه ذالک فله بکل درهم سبعمائة دراهم رواه ابن ماجه . وقال رسول اللّٰه ﷺ ان الصلاة والصیام والذکر یضاعف علی النفقةفی سبیل اللّٰه عزوجل بسبعمائة ضعف رواه ابوداؤد فی باب تضعیف الذکر فی سبیل اللّٰه.** (۷۰۰×۷۰۰۰۰۰=۴۹۰۰۰۰۰۰۰)....الخ۔(فتاوی فریدیہ، ج:۱ص:۱۶۹،۱۷۰)

تبلیغی سفر میں ایک روپیہ خرچ کرنیکا ثواب سات لاکھ مل سکتا ہے؟

سوال: تبلیغی جماعت والے اپنے سفر کے وہی فضائل بیان کرتے ہیں جو جہاد کے بارے

میں وارد ہیں کیا یہ درست ہے اور آپ کے حوالہ سے ابوداؤد شریف کی روایت کا خلاصہ پیش کرتے ہیں کہ ایک روپیہ خرچ کروگے تو سات لاکھ تک کا ثواب ملے گا۔ابوداؤد کی وہ روایت بھی نقل فرمادیں۔

جواب: تبلیغی جماعت میں دورہ کرنا بھی جہاد کے اقسام میں سے ایک قسم ہے، لہٰذا وہ فضائل جو جہاد فی سبیل اللہ کیلئے وارد ہوئے ہیں وہ تبلیغی گشت وسفر کیلئے پیش کئے جاسکتے ہیں کیوں کہ اس دعوت وتبلیغ کے ذریعہ سے بھی اسلام دنیا میں چمکا ہے، اس لئے اس راستہ میں نکل کر ایک روپیہ خرچ کرنے کا ثواب سات لاکھ تک پہنچ سکتا ہے۔اور وہ حدیث یہ ہے:

عن علی وابی الدرداء وابی هريرة وابی امامة وعبدالله بن عمر وجابر بن عبدالله وعمران بن حصين رضی الله عنهم اجمعين كلهم يحدثون عن رسول الله ﷺ من أرسل نفقة فی سبيل الله و اقام فی بيته فله بكل درهم سبع مائة دراهم ومن غزأبنفسه فی سبيل الله وانفق فی سبيل الله فله بكل درهم سبع مائة الف درهم ثم تلا هذه الأية والله يضاعف لمن يشآء الأية ۔(مشکوٰۃ ج:۱،ص:۳۳۵)۔ فقط واللہ اعلم. (خیر الفتاوی، ج:۲،ص:۳۷۱،۳۷۲)

گشت کر کے نماز پڑھنے پر سات لاکھ نمازوں کا ثواب

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں : یہ حدیث مشہور کہ جو جماعت گشت کر کے نماز پڑھے، یا گشت کرنے پر سات لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے، کون سی حدیث سے ثابت ہے؟

جواب: طلب علم اور طلب دین کیلئے گھر سے نکل کر جو اس درمیان ضروریات میں خرچ کرتا ہے، اس کی فضیلت سات لاکھ گنا تک حدیث شریف میں آئی ہے، لیکن اس حالت میں نماز کی فضیلت

سات لاکھ گنا ہونے کی صریح حدیث ہم کونہیں ملی ہے، لیکن یہ بات ہر مسلمان سمجھتا ہے کہ اللہ کی عبادتوں میں سب سے اہم ترین نماز ہے، جب خرچ کرنے کی فضیلت سات لاکھ گنا ہوسکتی ہے، تو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ نماز پڑھنے کی فضیلت بھی سات لاکھ گنا یا اس سے زائد ہو جائے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ جو شخص طلب علم اور طلب اصلاح کیلئے نکلنے والے کو مجاہد فی سبیل اللہ کے درجہ میں نہیں سمجھتا ہے، اس کی عقل میں نقص ہے۔ اور تبلیغ والے جو جماعت میں نکلتے ہیں وہ بھی طلب علم، طلب دین اور طلب اصلاح کی غرض سے نکلتے ہیں۔ اب روایات ملاحظہ فرمائیے:

قال ابوالدرداء رضی اللّٰه عنه: من رأى الغدو والرواح الى العلم ليس بجهاد فقد نقص عقله و رأيه. (جامع بيان العلم وفضله، دار الكتب العلمية بيروت ، ٣٠/١، ٣١،رقم: ١٩٥)

عن أبى أمامة قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: الغدو والرواح الى المساجد من الجهاد فى سبيل اللّٰه. (المعجم الكبير للطبرانى، دار احياالتراث العربى، ١٧٧/٨،رقم: ٧٧٣٩،مسند احمد بن حنبل، ٥/ ٢٦٨ رقم: ٢٦٦٦٠)

عن ابى هريرةؓ عن النبى ﷺ من جاء مسجدنا هذا يتعلم خيرا ويعلمه فهو كالمجاهد فى سبيل اللّٰه، ومن جاء لغير هذا كان كالرجل يرى الشيء يعجبه وليس له، هذا حديث صحيح على شرط الشيخين. (المستدرك للحاكم ،كتاب العلم، مكتبة نزار مصطفى الباز ،جديد ١٣٤/١، قديم ،١٦٩/١ ،رقم: ٣٠٩،سنن ابن ماجة، المقدمة، باب فضل العلماء والحث على ذلك، النسخةالهندية ٢٠/ ،دارالسلام، رقم: ٢٢٧، مسند احمد بن حنبل، ٣٥٠/٢، رقم: ٨٥٨٧، ٢/ ٤١٨ ،رقم:٩٤٠٩،صحيح ابن حبان، ذكر التسوية بين طالب العلم ومعلمه وبين المجاهد فى سبيل اللّٰه، دارالفكر، ١/ ١١٠، رقم:

٨٧،المـصنف لابن أبى شيبه كتاب الصلاة، مؤسسة علوم القرآن، جديد ١٦٤/٥، رقم: ٣٣١٨٨،٧٥٩٨)

عـن سهـل بـن سـعـد الساعدى رضى الله عنه ان النبىﷺ قال : من دخل مسـجدى هذا ليتعلم خيرا أو ليعلمه كان بمنزلة المجاهد فى سبيل الله، ومن دخله لـغيـر ذلـك مـن أحـاديث الناس كان بمنزلة من يرى مايعجبه، ومن هو شىء غيره.

(المعجم الكبير للطبرانى، دار احياالتراث العربى، ٧٥/٦، رقم:٥٩١١)

عن على ابى طالب، وابى الدرداء وابى هريرة وابى امامة الباهلى وعبدالله بـن عـمـر وجـابـر بن عبدالله وعمران بن حصين رضى الله عنهم كلهم يحدث عن رسـول الـلهﷺأنه قال: من أرسل نفقة فى سبيل الله و اقام فى بيته، فله بكل درهم سبـع مائة درهم، ومن غزا بنفسه فى سبيل الله وانفق فى وجه ذلـك، فله بكل درهم سبـع مـائة الف درهـم، ثـم تلا هذه الأية والله يضاعف لمن يشآء والله واسع عليم.

(سـنـن ابـن ماجة، باب فضل النفقه فى سبيل الله، النسخة الهندية، ١٩٨/١، دار السلام، رقم:٢٧٦١) فقط والله سبحانه وتعالىٰ اعلم ـ

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵/ربیع الاول ۱۴۲۳ھ۔

(فتاوی قاسمیہ،ج:۴،ص:۳۷۳،۳۷۴)

کیا تبلیغ میں نکل کر خرچ کرنے کا ثواب سات لاکھ گنا ہے؟

سوال: جو تبلیغ والے کہتے ہیں کہ اللہ کے راستے میں نکل کر اپنے اوپر ایک روپیہ خرچ کرنے کا ثواب سات لاکھ روپے صدقہ کرنے کے برابر ملتا ہے، اور ایک نماز پڑھنے کا ثواب انچاس کروڑ

نمازوں جتنا ملتا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: حدیث سے یہ مضمون ثابت ہوتا ہے۔(آپ کے مسائل اور انکا حل، اضافہ وتخریج شدہ ایڈیشن، ج:۸،ص:۲۰۰)

تبلیغ کا ثواب

سوال: کہا جاتا ہے کہ تبلیغ میں نکل کر عمل کرنے سے ایک کو ساٹھ لاکھ نیکیاں ملیں گی اور ایک ساعت تبلیغ میں نکلنا ستر سال گھر بیٹھے عبادت کرنے سے بھی افضل ہے اور ان کی دعائیں پیغمبروں کی دعائیں جیسی قبول ہوتی ہیں اور ایک روپیہ اس راہ میں خرچ کرنے سے سات لاکھ روپیہ اس راہ میں خرچ کرنے کی مقدار ثواب ملتا ہے۔آیا یہ مفہوم بعینہ حدیث سے ثابت ہے اور بات کہاں تک صحیح ہے، اگر حدیث میں ہے تو کیا وہ حدیث صحیح بھی ہے؟

جواب: خروج فی سبیل اللہ میں ہر نیکی سات لاکھ کا درجہ رکھتی ہے، یہ حدیث شریف ''الترغیب والترھیب'' میں حافظ عبدالعظیم منذری نے بیان کی ہے اور اس کو معتبر قرار دیا ہے۔

خروج فی سبیل اللہ سے عامۃ یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس سے مراد فنا فی سبیل اللہ ہے لیکن یہ لفظ خروج فی سبیل اللہ بہت عام ہے دین کی ہر جدوجہد کیلئے نکلنا خروج فی سبیل اللہ ہے، مثلاً علم دین سیکھنے کیلئے، وعظ کہنے کیلئے، اصلاح نفس کی خاطر کسی بزرگ کی خدمت میں جانے کیلئے، تبلیغ کے واسطے جماعت بنا کر نکلنے کیلئے، کہیں فساد ہو گیا ہو تو مظلوموں کی امداد کیلئے، اہل باطل کے فتنہ سے مسلمانوں کی حفاظت کی خاطر مناظرہ کرنے کیلئے یہ سب خروج فی سبیل اللہ ہے، حتی کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے صحیح بخاری میں جمعہ کے واسطے جانے کو بھی خروج فی سبیل اللہ تجویز فرمایا ہے، جیسا کہ ۱۲۴/۱ میں ہے۔

اپنے گھر بیٹھ کر دعا اور عبادت کرنے اور خدا کی راہ میں نکل کر دعاء اور عبادت کرنے میں بھی

بڑا فرق ہے اور یہ ظاہر ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصود اسی دین حق کی تبلیغ واشاعت ہے، لہٰذا جس کی زندگی اس راہ سے زیادہ قریب ہوگی اس کو اسی قدر انبیاء کرام علیہم السلام سے دعاء وعبادت میں زیادہ قرب ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۵/۲۴ھ۔(فتاوی محمودیہ، ج:۴، ص:۲۹۹، ۳۰۰)

گشت کرنے کے وقت مسجد سے باہر نکل کر دعا کرنے کا ثبوت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: تبلیغی جماعت والے جو گشت کرنے کے وقت مسجد سے باہر نکل کر دعا کرتے ہیں تو کیا گشت کے وقت مسجد سے باہر نکل کر دعا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا نہیں؟

جواب: گشت کے وقت مسجد سے باہر دعا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صراحتاً تو ثابت نہیں، لیکن دلالۃ ثابت ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن عبداللّٰہ الخطمی رضی قال: کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا اراد أن یستودع الجیش قال: استودع اللّٰہ دینکم وأمانتکم و خواتیم أعمالکم . (سنن ابی داؤد، باب فی الدعاء عند الوداع، النسخۃ الھندیۃ، ۱/ ۳۵۰،دارالسلام ،رقم :۲۶۰۱، المستدرک للحاکم، کتاب الجھاد، مکتبۃ نزار مصطفی الباز: ۹۳۲/۳، رقم:۲۴۷۸، مشکوۃ شریف ۲۱۴)

نیز احادیث میں دعا کے بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں۔حدیث شریف میں ہے:

الدعامخ العبادۃ. (ترمذی شریف،ابواب الدعوات، باب ماجاء فی فضل الدعاء،النسخۃ الھندیۃ، ۱۷۵/۲، دارالسلام ، رقم :۳۳۷۱، المعجم الأوسط، دارالفکر،

٢/ ٢٥٥، رقم: ٣١٩٦)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر نیک عمل سے پہلے دعا کرنا بہتر ہے، یہ بھی ایک نیک عمل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

١٦/محرم ١٤٢١ھ۔

(الف فتوی نمبر: ٣٤/٦٤٥٤)

(فتاوی قاسمیہ، ج:٤، ص:٣٧٢)

گشت سے پہلے دعا کی شرعی حیثیت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تبلیغی جماعت میں جب بھی گشت کیا جاتا ہے تو گشت سے پہلے ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگتے ہیں، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے، اور اس کا التزام کرنا کیسا ہے؟

جواب: گشت کا مقصد لوگوں کو دین کی دعوت دینا ہے اور دعوت دینے سے پہلے دعا کرنا روایات سے ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو دعوت سے پہلے دعا مانگی تھی: **رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدة من لسانی یفقهوا قولی.** (طٰہٰ: ٢٥، ٢٦، ٢٧، ٢٨)

اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا آداب دعا میں سے ہے، لہٰذا گشت سے پہلے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن یہ ایسا لازم نہیں کہ نہ کرنے والے پر نکیر کی جائے۔

والمستحب أن يرفع يديه عند الدعاء بحذاء صوره، كذا فی القنية.

(عالمگیری، ۳۱۸/۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔ (کتاب النوازل، ج:۲،ص:۳۹۸،۳۹۹)

دو دومل کر راستے کے دائیں جانب چلنا

سوال: دو دومل کر راستے کے دائیں جانب چلنا کیا یہ سنت ہے؟

جواب: بہت ساری احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز میں داہنی جانب سے شروع کرنے کو پسند فرماتے تھے کھانے پینے اور کپڑے پہننے میں اسی طرح جوتے پہننے میں نیز تمام اچھے افعال میں داہنی طرف پسند فرماتے تھے البتہ دو دوملکر ساتھ چلنا اس کے خصوصی ثبوت کی ضرورت نہیں خصوصی دلیل کی ضرورت تب ہوتی ہے جب کہ کسی کام کو سنت سمجھا جاتا ہے اگر دو آمیوں کے جانے کو سنت نہ سمجھے مصلحت سمجھے تو اس کے لئے خصوصی ثبوت کی ضرورت نہیں جیسے ہومیو پیتھک علاج کرانا، ہاں تبلیغ والے سیکھتے سکھاتے چلتے ہیں اس وجہ سے دو دو ساتھ چلتے ہیں اور اس میں ایک وقار اور شائستگی بھی معلوم ہوتی ہے جو کہ شریعت میں مطلوب ہے ملاحظہ ہو مسلم شریف میں ہے:

وحدثنا عبیداللّٰہ بن معاذ قال نا أبی قال نا شعبة عن الأشعث عن أبیه عن مسروق عن عائشه رضی اللّٰہ عنها قالت کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یحب التیمن فی شأنه کله فی نعله و ترجله وطهوره. (مسلم، ۱۳۲/۱)

فتح الملہم میں ہے:

قال عیاض محبته ذلک تبرکا باسم الیمین اضافة الخیر لها قال تعالیٰ (و نادیناه من جانب الطور الأیمن) وقال تعالیٰ (اصحاب الیمین) وقال تعالیٰ (فامامن اوتی کتابه بیمینه)

وقوله "فی شانه کله "الخ الشأن الحال و الخطب وتاکیده بلفظ کل یدل التعمیم وقد خص من ذلک دخول الخلاء و الخروج عن المسجد .

قال النووی: قاعدة الشرع المستمرة استحباب البداء ة بالیمین فی کل ماکان من باب التکریم و التزین وما کان بضد ها استحب فیها التیاسر. (فتح الملهم، ۷۳۳/۲)...الخ۔ (فتاوی دارالعلوم زکریا، ج:۱،ص:۴۴۸تا۴۵۰)

تبلیغی اجتماعات کی دعامیں شامل ہونے کیلئے سفر کرنا

سوال: تبلیغی جماعت کے اجتماعات میں وعظ ہوتا ہے اور اختتام پر بلند آواز سے دعا ہوتی ہے، ایک دعا مانگتا ہے اور باقی سب آمین کہتے ہیں، اس پر بڑے بڑے مصارف کر کے دور دراز سے لوگ سفر کر کے شریک ہونے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کو اجتماع کا اصل مقصد سمجھتے ہیں، اگر کوئی اس میں شریک نہ ہو اور اٹھ کر چلا جائے تو تصور کیا جاتا ہے کہ اس نے اجتماع میں شرکت ہی نہیں کی۔ بندہ بھی اس میں شریک ہونے کا بڑا آرزومند ہوتا ہے اور تلاوت قرآن سے اس کو زیادہ باعث ثواب سمجھتا ہے، کیا یہ نظریہ درست ہے یہ نہیں؟

جواب: تبلیغی جماعت کے اجتماعات بڑے مفید ہوتے ہیں اور ان میں شرکت باعث اجر و ثواب ہے۔ اختتام اجتماع پر جو دعا ہوتی ہے۔ وہ مؤثر اور رقت انگیز ہوتی ہے، اجتماع اور اس دعا میں شرکت کیلئے سفر باعث اجر ہوگا، ان شاء اللہ۔ قرآن کریم تلاوت اپنی جگہ بہت اہم اور باعث ثواب ہے، دونوں کا تقابل نہ کیا جائے بلکہ تلاوت بھی کی جائے اور اجتماع میں شرکت بھی کی جائے۔ (آپ کے مسائل اور انکا حل، اضافہ وتخریج شدہ ایڈیشن، ج:۸،ص:۱۸۴،۱۸۵)

تبلیغی اجتماع میں بلند آواز سے دعاء کرنا

سوال: تبلیغی جماعت کے اجتماع کے اختتام پر ہمیشہ بلند آواز سے دعاء ہوتی ہے اور سامعین زور زور سے آمین کہتے ہیں اور اکثر پر بہت گریہ طاری ہوتا ہے اور اس کا بہت اہتمام کیا جاتا ہے اکثر لوگ اس دعاء کو درس قرآن سے بھی زیادہ باعث ثواب سمجھتے ہیں، آیا دعاء کا یہ طریقہ شریعت کے موافق ہے یا نہیں؟

جواب: دعاء کیلئے اجتماع ثابت نہیں، البتہ اجتماع کسی اور مقصد سے ہو تو اس میں اجتماعی دعاء جائز ہے، تبلیغی اجتماع سے مقصود دعاء نہیں بلکہ لوگوں کو دین کی طرف متوجہ کرنا اور دین کی تبلیغ مقصود ہوتی ہے، لہٰذا وہاں بلند آواز سے اجتماعی دعاء کرنے میں کوئی حرج نہیں ۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(احسن الفتاوی، ج:۸،ص:۲۰۵)

تبلیغ کرنا اور مسجدوں میں پڑاؤ ڈالنا کیسا؟

سوال: تبلیغ کا کرنا کیسا ہے؟ اور تبلیغی جماعت کا بستروں سمیت مسجد میں پڑاؤ ڈالنے کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: تبلیغ کے نام سے جو کام ہو رہا ہے اس کا سب سے بڑا فائدہ خود اپنے اندر دین میں پختگی پیدا کرنا اور اپنے مسلمان بھائیوں کو رسول اللہ ﷺ والے طریقوں کی دعوت دینا ہے۔ تجربہ یہ ہے کہ اپنے ماحول میں رہتے ہوئے آدمی میں دین کی فکر پیدا نہیں ہوتی، بیسوں فرائض کا تارک رہتا ہے اور بیسوں گناہوں میں مبتلا رہتا ہے، عمریں گزر جاتی ہیں مگر کلمہ، نماز بھی صحیح کرنے کی فکر نہیں ہوتی۔ تبلیغ میں نکل کر احساس ہوتا ہے کہ میں نے کتنی عمر غفلت اور بے قدری کی نذر کر دی، اور اپنی کتنی قیمتی عمر ضائع کر دی۔ اس لئے تبلیغ میں نکلنا بہت ضروری ہے، اور جب تک آدمی اس راستے میں نکل نہ جائے اس کی

حقیقت سمجھ میں نہیں آسکتی۔ چونکہ تبلیغ میں نکلنے سے مقصد دین کا سیکھنا اور سکھانا ہے اور دین کا مرکز مساجد ہیں، اس لئے تبلیغی جماعتوں کا خدا کے گھروں میں اعتکاف کی نیت سے ٹھہر کر دین کی محنت کرنا بالکل بجا اور درست ہے۔ (آپ کے مسائل اور انکا حل، اضافہ وتخریج شدہ ایڈیشن، ج:۸،ص:۱۹۱،۱۹۲)

تبلیغ والوں کا مسجد میں قیام وطعام

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: مسجد بکر قصاب میں مسجد ہی کے برآمدہ سے متعلق ایک کمرہ تعمیر نو ہے اور نماز کی جگہ سے وہ الگ ہے لہٰذا تبلیغی جماعت کو بجائے مسجد کے اندر قیام وطعام کرانے کے اگر کمرہ میں کرایا جائے، کیوں کہ جماعت کے لوگ اندرون مسجد میں ہی قیام وطعام کرتے ہیں، اس کیلئے ایک فتوی جاری فرمادیں۔

جواب: تبلیغی جماعت والے عبادت کی نیت سے مسجد میں قیام کرتے ہیں اور مسجد کے اندر عبادت کی نیت سے قیام کرنا اور بوقت ضرورت مسجد ہی میں ان کا سونا جائز ہے۔ مسجد میں سونا ان لوگوں کیلئے منع جو اسی محلّہ کے رہنے والے ہیں اور محض سونے ہی کیلئے آتے ہیں عبادت ان کا مقصد نہیں ہوتی اور تبلیغ والوں کا اصل مقصد عبادت ہے، اس لئے ان کیلئے مسجد میں سونا جائز ہے۔ اور مسجد سے متصل کمرہ میں بھی کھانا کھانا اور سونا جائز ہے، مگر ان کی عبادت اور سونا مسجد ہی میں ہونا چاہیے۔

و اذا أراد أن يفعل ذلک ينبغي أن ينوی الاعتكاف، فيدخل فيه، و يذكر اللّٰه تعالیٰ بقدر مانوی، أو يصلی، ثم يفعل ماشاء. (شامی، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، کراچی، ٢/٤٤٨، ١/٦٦١، زکریا، ٣/٤٤٠)

و اذا أراد أن يفعل ذلک ينبغي أن ينوی الاعتكاف، فيدخل فيه، و يذكر اللّٰه تعالیٰ بقدر مانوی، أو يصلی، ثم يفعل ماشاء، ولابأس للغريب ولصاحب الدار

أن ينـام فـى الـمسـجـد فى الصحيح من المذهب. (هـنـدية، كتـاب الكراهية، الباب الـخـامـس فـى آداب الـمسـجد، زكرياقديم، ٥/ ٣٢١،جديد،٥/ ٣٧١) فقط سبحانه و تعالیٰ اعلم۔

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ

۱۵؍ربیع الاول ۱۴۱۷ھ

(فتاویٰ قاسمیہ،ج:۴،ص:۳۶۶،۳۶۷)

تبلیغی جماعت کامسجد میں قیام کرنا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:تبلیغی جماعت کامسجد میں قیام کرنا درست ہے یانہیں؟ جب کہ وہ دین کی محنت کے سلسلہ میں اوراپنی اصلاح کے بارے میں نکلے ہوں اورمسجد میں اعتکاف کی نیت سے قیام کرتے ہیں۔

جواب: آداب مسجد کی رعایت رکھتے ہوئے اعتکاف کی نیت سے تبلیغی جماعت کا مساجد میں قیام درست ہے۔

عـن نافع قال: أخبرنی عبدالله بن عمر أنه كان ينام وهو شاب أعزب لاأهل له فى مسجد النبیﷺ. (صـحيـح البخاری ، الصلاة/باب نوم الرجال فى المسجد،١/ ٦٣،رقم: ٤٤٠)

و(**يكره**) **أكل و نوم الا لمعتكف وغريب.** (در مختار كراچی،١/ ٦٦١)

ويـكـره الـنوم والأكل فيه لغير المعتكف واذا أراد أن يفعل ذلک أن ينوی الاعتـكاف، فيدخل فيه. (هـنـدية،٥/ ٣٢١، حـلبی كبير لاهور ٦١٢ ، شامی زكريا،٢/

٤٣٥)۔فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم ۔(کتاب النوازل،ج:٢،ص:٣٨٨)

تبلیغی اجتماعات میں نکاح کرنا

سوال: عقد نکاح کیلئے بہترین جگہ کون سی ہے؟ آج کل یہ طریقہ چل رہا ہے کہ تبلیغی اجتماع ہوتا ہے وہاں دولہا اور لڑکی کا وکیل اور شاہدین پہنچ جاتے ہیں اس طرح ہر اجتماع میں کئی نکاح ہوتے ہیں کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟ یہ بدعت تو نہیں ہوگا؟ کہ اپنی بستی اور اپنے محلّہ کو چھوڑ کر جہاں اجتماع ہوتا ہے وہاں جاتے ہیں اس کو سادگی کہا جاتا ہے وہاں علماء بھی ہوتے ہیں مگر کچھ نہیں کہتے، آپ اس پر روشنی ڈالیں، بینوا توجروا۔

جواب: بہتر تو یہی ہے کہ اپنے گھر پر خوشی کی تقریب ہو قریبی رشتے دار بھی آسانی سے شریک ہوسکتے ہیں نکاح مسجد میں کیا جائے کہ یہ مستحب ہے مگر آج کل شادی کے رسوم ورواج اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ اکثر مستورات کی نماز قضا ہوتی ہے اور فضول خرچی ہوتی ہے بسا اوقات اس کی وجہ سے انسان مقروض بھی ہوجاتا ہے لہٰذا اگر تبلیغی اجتماعات میں عقد نکاح کیا جائے تو غلط نہیں ہے بہت سی خرابیوں سے بچ جاتے ہیں اجتماعات عموماً مساجد میں ہوتے ہیں اور جہاں مسجد میں گنجائش نہیں ہوتی اس جگہ اجتماع گاہ میں دو تین دن تک اذان واقامت کے ساتھ پانچوں وقت باجماعت نماز پڑھی جاتی ہے اس لئے اس جگہ نکاح کرنا مسجد میں نکاح کرنے کے مانند ہوسکتا ہے، غالباً اسی لئے علمائے کچھ نہیں کہتے۔فقط واللہ اعلم۔(فتاوی رحیمیہ،ج:٨،ص:٢٤٣)

تبلیغی اجتماعات میں نکاح کرنا

حضرت مولانا مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں کہ:

آج کل تبلیغی اجتماعات وغیرہ میں نکاحوں کا انعقاد عام ہوتا جارہا ہے، یہ نہ صرف جائز بلکہ

مستحسن ہے، کیوں کہ اس سے معاشرہ فضول خرچی سے محفوظ رہتا ہے اور نکاح کی خوب شہرت بھی ہوتی ہے، جو نکاح میں مندوب و مستحب ہے۔ (المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ، کتاب النکاح، ج:۲،ص: ۱٦۱)

☆☆☆ختم شد☆☆☆

(مؤلف کی دیگر کتب و رسائل)

(١) فتاوی رشیدیہ پر دو جلدوں میں جدید مطول حاشیہ

(٢) پھلوں کی خرید و فروخت کے شرعی احکام

(٣) **ردالھماھم علی حسن العمائم کطلوع الغمائم**

(٤) سید البشر محمد رسول اللہ ﷺ کی سلسلۂ نسب کی مدلل تحقیق

(٥) **الرسالة العالية فی تحقيق الجماعة الثانية**

(٦) **القول التمام فی رد من قال خلاف الامام**

(٧) **مسائل جمعه للحنفی**

(٨) معدنیات کا شرعی حکم

(٩) اجرت تراویح کا شرعی حکم

(١٠) نماز جنازہ پڑھانے کا حقدار کون ہے؟

(١١) روزہ کی حالت میں انجکشن لگانے کا شرعی حکم

(١٢) بالوں کے شرعی احکام

(١٣) آلات موسیقی کے حرمت پر فقہائے احناف کے دلائل